

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs-5/-

لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ



ملک قومی واجتماعی خودکشی کی راہ پر

روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ یہ ملک تیسری کے ساتھ اخلاقی اتاری، بلکہ قومی واجتماعی خودکشی کی طرف جا رہا ہے، اخلاقی قدریں بے دردی کے ساتھ پامال کی جا رہی ہیں، خود غرضی بلکہ خود پرستی کا جنون دان افراد کو مستثنیٰ کر کے جن پر مذہب و اخلاق کی کسی وجہ سے گرفت مضبوط ہے یا جو زندگی کے میدان سے کنارہ کش ہیں، سب پر سوار ہے انسان کی جان و مال، عزت و آبرو کا استحرام تیسری کے ساتھ رخصت ہو رہا ہے، حقیر شخصی فوائد کے لئے اجتماعی و ملکی مفاد کو آسانی سے قربان کر دیا جاتا ہے، کام چوری، احساس ذمہ داری کا فقدان، رشوت خوری، پور بازاری، ذخیرہ اندوزی بے عنوانی یہ سب اسی درخت کے پھل ہیں، اور انھوں نے پوری زندگی کو عذاب بنا دیا ہے اور ان کی وجہ سے ملک کے آزاد و با اختیار ہو جانے کے بعد بھی اس میں جینے اور آزادی سے فائدہ اٹھانے کا مزہ نہیں آیا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی مدنی

ماہوار (اردو) ہندوستانی مسلمان، ایک تاریخی جائزہ

فی شمارہ پانچ روپے

سالانہ چھ سو روپے

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف
صندل سے تیار کردہ خوشبو
دار عطریات، عمدہ و اعلیٰ
قسم کے روغنیات و عرق
کیوڑہ، عسرق گلاب
و دیگر عطریات کی



ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ
تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

خط و کتابت پابستہ

فون۔ 268898

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش
سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ بیس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد نعیم خاں محمد عرف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اجری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۰۴۳۳

مٹو کے اصلی نورانی تیل
کی خاص پہچان

بیسٹ پرائس نمبر U-18/77 اور
کیپ کے اوپر MAU CITY ہے تب اصلی ہے
اگر یہ دونوں پہچان نہ ہو تو نقلی ہے۔



نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ، کٹے جگہ کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مٹونا تھ بھجن پورہ



چشمہ ساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔
AUTO REFRACTO METER AR-860
ٹوٹو ایکس، کو بیڈ لیس، ہائی انڈیکس ریفریکٹو انڈیکس، فیس
باور و ڈیوپیہ کے چشموں کا خاص مقام۔
ایک بار خدمت کا موقع دیں
آپٹیشن۔ اسے۔ رجسٹر (ٹیک)
مشکر جی مورنی کے نزدیک، موہن گنج، اعظم گڑھ



وہ خوش نصیب بندے جو عرش کے سائے میں ہوں گے

ڈاکٹر محمد تقی اعظمی ندوی صدر شعبہ اسلامیات اسٹڈینٹس سوسائٹی شرینگ کالج جھانسی
ترجمہ: شمس الحق ندوی

(۴)

جواب پر فرشتے نے کہا بھئی اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور کہا ہے کہ جب تو نے صرف اللہ واسطے اپنے بھائی سے محبت کی تو اللہ تعالیٰ نے تم سے محبت کی۔

ان نفسیاتی، تربیتی اور اجتماعی وسائل کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب اور امت کو اس مقام و مرتبہ کا بنانا اور تیار کرنا چاہتے تھے کہ وہ جس دن اللہ کے سامنے کے سوا کوئی ساری نہ ہوگا اور اس کی ذات کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہے گی اس دن وہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر بہترین طریقے سے آمادہ فرماتے تھے، اور ان مؤثر ذرائع کو بیان فرماتے تھے جو اخوت کی جڑوں کو مضبوط کریں۔ چنانچہ انھیں (باتوں میں سے یہ کتنی مؤثر و مطابقی فطرت بات ہے) سید بن سلیمان یزید بن ثمامہ صلیبی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی آدمی سے دوستی کرے تو اس کا نام معلوم کرے اس کے باپ کا نام معلوم کرے وہ کس خاندان و قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے؟ یہ سب پوچھ کر دوستی کرنا اللہ کی رحمت کو پالیدار بناتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص ایمان کا لطف و مزہ اس وقت تک نہیں پاسکتا جب تک وہ آدمی سے صرف اللہ کے لئے نہ محبت کرے۔ ایسے ہی وہ آگ میں ڈال دیئے جلتے کو کفر پر ترجیح نہ دے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے نعمت ایمان سے نوازا ہے اس کو آگ سے نجات دے دی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے رسول اس کو تمام چیزوں سے محبوب بنا دیا۔

پانچویں قسم جو اللہ تعالیٰ کے سامنے میں ہوں گے

جو تمہیں قسم جو اللہ تعالیٰ کے سامنے میں ہوگی، وہ ایسے دو آدمی ہیں جن کی محبت خدا واسطے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایک دوسرے سے ملتے اور اس کے لئے جدا ہوتے ہیں (اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور اللہ تعالیٰ کے لئے محبت وہ بہترین ذریعہ ہے جو عبادت اللہ کے لئے ہے اور سعادت و خوشحالی کا وسیلہ ہے اور سب سے زیادہ اور سب سے زیادہ باہم بھائی چارگی، اور سب سے زیادہ محبت کے تعلقات کو مضبوط کرتی ہے تاکہ اسلامی معاشرہ ایک خالی معاشرہ ہو، جس کی ابتدا و پیروی کجائے، اور جب بھی پیروی و عمل معاملات و مسائل پیش آئیں انسان اسی مثالی معاشرہ سے روشنی حاصل کرے، اسی لئے اسلام نے اس کے لئے متعدد ذرائع اور وسائل اختیار کئے ہیں۔

ابو سلم غولانی سے مروی ہے کہ مجھ سے معاذ بن جبل نے بیان کیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری عظمت و بڑائی کی بنا پر باہم محبت کرنے والوں کے لئے نور کے ایسے نیر ہوں گے کہ ان پر نیوں اور شہریوں کو بھی رشک آئے گا، جس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کو ایسا و بھائی چارہ حاصل ہوگا کہ اگر دنیا و کرام اور شہداء و عظام اپنے بندہ پر اور عقول و شان کے باوجود کسی پر رشک کریں تو اللہ واسطے محبت کرنے والوں کے ہر بندہ پر رشک کر سکتے ہیں۔



تعمیر حیات

پندرہ روزہ
پانچویں صحافت و نشریات مجلس ندویہ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۳ ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۹ء - مطابق ۲۶ جمادی الاول ۱۴۲۰ھ - شماره نمبر ۳۳

زر تعاون
سالانہ روپے
فی شمارہ روپے
پانچ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک۔
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
..... ڈالر
..... ڈاک
بیرونی ممالک بحری ڈاک۔
بحری ڈاک جملہ ڈالر

مشاورت
مولانا نذیر حفیظ ندوی۔ مولانا محمود الازہار ندوی
مولانا سلمان حسینی ندوی۔ مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبداللہ حسینی ندوی۔ مولانا محمد رضوان ندوی
ڈاکٹر بارون رشید صدیقی

نگران اعلیٰ
مولانا معین اللہ ندوی
مدیر و مسئول
شمس الحق ندوی

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دن وار ب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ مئی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

خط و کتابت کا پتہ:
مینیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 یو پی
ڈرافٹ سکرٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

پندرہ ہفت روزہ حسین نے پارک آفٹ میں طبع کر کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

گزارش
خط و کتابت اور مئی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلب) پر خریداری کیے ساتھ منسلک نام و پتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر ہفتہ کی سلب پر رکھا جاتا ہے اگر آپ جدید خریداریں تو اس کی مراحت ضرور کریں اس سے دفتر کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔
مینیجر
حاجد

اسٹیمائری میں

شرائط ایجنسی

- ۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
- ۲۔ فی کاپی ۱۰ روپے کے حساب سے زر ضمانت پیشگی روانہ کرنا لازمی ہے۔
- ۳۔ کمیشن جو ابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

- ۱۔ تعمیر حیات کافی کالم فی سینٹی میٹر R. 20/-
- ۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہو گا جو آرڈر دینے پر متعین ہو گا۔
- ۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیسرون ملک نمائندے

Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH -(K.S.A.)

مدینہ منورہ

Mr. M. AKRAM NADWI
O.c.I.S.
St. CROSS COLLEGE
Oxford OX1 3TU - U.K.

برطانیہ

Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
P.O.Box No. 388
Vereniging
(S.AFRICA)

سאותھ افریقہ

Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
P.O.Box No. 10894
DOHA - QATAR

قطر

Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
P.O.Box No. 12525
DUBAI -(U.A.E.)

دبئی

Mr. ATAULLAH Sb.
Sector A-50, Near Sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (Pakistan)

پاکستان

Dr. A. M. Siddiqui Sb.
98- Conklin Ave
Woodmere
New York 11598 -(U.S.A.)

امریکہ

۱	درس حدیث	ڈاکٹر محمد رفیقان اعظمی ندوی
۲	مسلمانوں کے لئے تعلیم کی اہمیت (اداریہ)	مولانا سید محمد رفیع حسنی ندوی
۳	قرآن کریم میں عورتوں کا مرتبہ	حضرت مولانا سید ابوبان علی ندوی
۴	ترکی پہلے اور اب	مولانا سید محمد رفیع حسنی ندوی
۵	اسلامی نظام معیشت	ڈاکٹر محسن جلیل شمس
۶	ترکی میں اسلامی بیداری	مولانا سید محمد رفیع رشید ندوی
۷	جنوبی افریقہ کا ایک دعوتی سفر	مولانا ڈاکٹر محمد رفیقان اعظمی ندوی
۸	ابو دھیا کا المیہ	مادھو گوڈ بولے
۹	تذکرہ سید احمد شریف	شمس الحق ندوی
۱۰	اخلاص کی خوشبو (نظم)	خلیل بڑناب گڑھی
۱۱	حکیم عبدالرحیم اشرف	شمس الحق ندوی
۱۲	سوال و جواب	محمد طارق ندوی
۱۳	مطالعہ کی نیندر	ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی
۱۴	عالمی خبریں	معدیا شریف ندوی

اداسی

مسلمانوں کے لئے تعلیم و تربیت کی اہمیت

کسی بھی صحت مندانہ اور صالح سماج کی تشکیل کے لئے اس کے افراد کی تسلیم و تربیت کا عمل اس کی بنیادی ضرورت ہے اس کا نظام اس سماج کے صحیح اقدار اور خصوصیات کی روشنی میں مرتب کرنا اور چلانا ضروری ہوتا ہے۔ اور یہ کام اس اختیار کردہ نظام کے نفاذ کے لئے انتہک اور مخلصانہ کوششوں سے انجام پاتا ہے پھر جن اقدار و مقاصد کو سامنے رکھ کر یہ کوششیں کی جاتی ہیں انہی کے مطابق معاشرہ بنتا ہے۔ لیکن اگر یہ کوششیں نہ کی جائیں تو معاشرہ کے اخلاق و کردار کی شکل خود رو گھاس کی طرح ہو جاتی ہے۔ ان میں کوئی تناسب اور توازن نہیں ہوتا۔ اور اگر مخالف عناصر کو موقع مل جائے تو وہ اصل اقدار و مقاصد کے بالکل متضاد اقدار و مقاصد کا معاشرہ بنا دیتے ہیں جس کی اصلاح کے لیے غیر تمدد انشوروں اور مخلص رہبروں کو طویل محنت اور بے انتہا توجہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

اچھے معاشرہ کی تشکیل کے لئے معاشرہ کے تمام افراد کو حصہ لینا ضروری ہوتا ہے جس میں مختلف سطح کے لوگ اپنی اپنی سطح کے مطابق طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے ذمہ دار ہے۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنے ذمہ دار کی نگرانی کے متعلق سوال ہو گا لہذا صحیح اور اچھا حال بنانے کی سمداری ہر ایک فرد پر آتی ہے۔ باپ ماں اپنی اولاد کے بڑا چھوٹے کے حاکم اپنے محکوم کے ہر ایک کسی دوسرے کے بنانے کی ذمہ دار ہے۔ ملت کے افراد کو سکھانا اور بنانا وہ ذمہ داری ہے جس کے سب کو مل کر اٹھانا پڑتا ہے۔ اور اسی سے وہ صحیح طریقہ پر انجام پاتی ہے۔ مسلمان معاشرہ دنیا میں جہاں بھی ہے اس کے بنیادی اقدار و مقاصد ایک طرح کے ہیں۔ اس سلسلہ میں ملکوں ملکوں اور قوموں قوموں کا فرق نہیں، یہ سب کے لئے ضروری ہیں اور سب ان کے معاملہ میں یکساں ہیں ان بنیادی اقدار میں مذہبی عقائد اور اسلام کی طرف سے طے کردہ اخلاقیات اور اسلامی زندگی کے بنیادی آداب اور مقاصد ہیں۔ لیکن بنیادی اقدار کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی زندگی کے متعدد دوسرے پہلوؤں میں یہ گنجائش ہے کہ وہ ملکوں کے فرق سے مختلف ہو سکتے ہیں۔ ان پہلوؤں میں ملکی حالات کے فرق اور پڑوسیوں کے پڑوس کا لحاظ رکھنے کی اجازت ہے۔ معاشرہ کی تشکیل میں دونوں طرح کے پہلوؤں کے فرق کو سامنے رکھنے سے زندگی کو بہتر بنانے کا پورا حق ملتا ہے۔

مسلمان معاشرہ کی اولین بنیاد تو حید یعنی خدائے واحد کی عبادت کا عقیدہ ہے وہ شرک کو کسی قیمت پر اختیار نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے رسول کی لائی ہوئی شریعت کا پابند ہے وہ اس میں دی ہوئی ہدایات کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ اس کے نبی آخری نبی ہیں۔ لہذا ان کے احکام کی پیروی میں اب کوئی افسانہ یا ترمیم نہیں کر سکتا۔ مسلمان کا عقیدہ اس دنیاوی زندگی کے بعد ایک ابدی زندگی کے ہونے کا یقین ہے، جہاں اس کو اچھے کام کرنے کا اجر و ثواب ملے گا اور غلط کاموں پر سزا ہوگی۔ اس بنیادی عقیدہ پر یقین کرنا اس کے لئے ضروری ہے اور اس کو ان تمام کاموں سے علیحدگی اختیار کرنا ہوتی ہے جو اس کی شریعت اور اس کے نبی کی ہدایت سے ٹکراتی ہوں۔

لیکن زندگی کے دو سے مختلف پہلو ایسے بھی ہیں جن کے معاملہ کو اس کی صوابدید پر چھوڑا گیا ہے۔ ان میں اپنے حالات کے مطابق عمل کی اجازت ہے۔ اگرچہ شریعت اسلامی کی طرف سے ضروری قرار دیے گئے معاملات بھی ایسے ہیں کہ ان سے نہ تو عمل کرنے والے کو دشواری ہوتی ہے

اور وہ ان سے دوسروں کو کوئی ضرر پہنچاتا ہے۔ اور وہ معاملات جن میں مسلمان کو اپنی معاہدہ کا اختیار حاصل ہے۔ ان میں مسلمان اپنے ملک کے حالات اور تقاضوں کے مطابق عمل کر سکتا ہے۔ اس طرح مسلمان دنیا کے تمام ممالک کے ساتھ گزارا کر سکتے ہیں ان کو کہیں بھی سب سے علیحدہ رہ کر زندگی گزارنے کی ضرورت نہیں لیکن اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ مسلمان کو ان معاملات کی معلومات حاصل ہوں۔ اس کو یہ معلوم ہو کہ کہاں وہ کس بات کا پابند ہے اور کس بات میں اس کو اپنے نئے تجربوں اور اصولوں کے مطابق عمل کرنا ہے اس کے لیے اس کو ایک طرف ایسی تعلیم کی ضرورت ہے جس سے اس کو ان کا علم حاصل کرنا آئے اور دوسری طرف ایسی سوسائٹی کی بھی ضرورت ہے جو اس کو ان خصوصیات کا حامل بنانے میں کارگر ہوگی تاکہ ماحول انسان کی تربیت و تشکیل کا ایک بڑا ذریعہ ہے ہندوستان جیسے ملک میں جہاں اکثریت غیر مسلموں کی ہے اور حکومت لادینی ہے، مسلمان کی ملی تشکیل خود مسلمانوں ہی کو کرنا ہے اور وہ کوئی بڑا بیبیوہ یا ناقابل عمل کام نہیں ہے۔ یہ تشکیل بیوں کی سطح پر ان کے گھروں کے بڑوں کے ذریعہ پھر بیوں اور ان سے بڑوں کی درگاہوں کے ذریعہ پھر عام سوسائٹی کے دائرہ میں نشر پھیلنے اور عوامی رابطہ کے ذریعہ انجام دیا جاسکتا ہے۔ بیوں کی سطح پر یہ کام آزادی سے قبل مسلم مشرفاء کے گھرانوں کے اندر انجام دیا جاتا رہا ہے۔ اولاً بیوں کی مائیں، خالائیں، نانیاں اور دادیاں اسلام کے بنیادی عقائد سے اپنے بیوں کو ان کے ذہن کے مطابق انداز بیان میں آشنا کر دیتی تھیں اور انبیاء علیہم السلام کی باتیں، اسلام کی مثالی شخصیتوں کے خاص واقعات تاریخ کے نصیحت آموز قصے اپنے بیوں کو لوریوں اور کہانیوں کے ذریعہ واقف کر دیا کرتی تھیں، پھر خاندان کے کسی بزرگ یا مہملہ کسی مجلس جماعت

سے بیوں کو حرف مشناسی، قرآن مجید ناظرہ اور وہ زبان کی تعلیم کا آغاز کر دیا جاتا تھا اور اس طرح ان کی ابتدائی تعلیم شریعہ ہو جاتی تھی جس میں بنیادی اور ضروری معلومات کے ساتھ دین و اخلاق کی بنیادی باتوں کا سہل و آسان مفہم بیوں کے ذہنوں میں بیٹھ جاتا تھا، جو زندگی کے ساتھ ان کے دلوں میں بلکان کی سیرتوں میں اثر انداز رہتا تھا۔ اس گھر بیوہ تعلیم کے ساتھ اور اس کے بعد پھر مدرسہ یا اسکول کی تعلیم کی طرف بڑھتا تھا اور اس کی منظم تعلیم کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ تعلیم کا باقاعدہ نظام کسی بھی قوم کے باعزت زندگی کی تشکیل میں بڑھ کر ہی کی حیثیت رکھتا ہے، لیکن اس کے لیے یہ بات لازمی ہے کہ وہ ملت کی ضرورت اور اس کی خصوصیات کا خیال رکھتے ہوئے اس کے دائرہ میں جو بہتر سے بہتر ذرائع و امکانات سامنے آئیں ان سے ملت کی ضرورت اور مقصد حیات اور عزت و امتیاز کے تقاضا کو سامنے رکھتے ہوئے فائدہ اٹھایا جائے، ان باتوں کا لحاظ کرنے سے تعلیمی عمل کو دو دیگر معام توفوں کے درمیان ہنرمند اور باعزت قوم کے مقام پر رکھا کر دیتا ہے۔

مسلمانوں کا معاشرہ ساتویں صدی مسیح کی تک تعلیم و تعلم کے میدان میں دنیا کے تمام معاشرہوں پر فائق تھا اور اس نے وہ ترقیات حاصل کیں جن کو بنیاد بنا کر بعد میں یورپ نے تعلیمی اور تجرباتی میدان میں ترقی شروع کی۔ اس وقت سے کہ یورپ کی ترقیات کے ساتھ مسلمانوں کے معاشرہ میں علم کے میدان میں جمود و تعطل کا آغاز ہو گیا جس کا سلسلہ تا ہنوز جاری ہے البتہ کسی حد تک بیلری کا آغاز ہو گیا ہے البتہ تعلیمی و تجرباتی کوششیں ہیں مسلمانوں کو اپنے سابقہ انداز ہی مقام پر واپس لایا جاسکتا ہے لیکن اس کے لیے نہ صرف وہ ہنرمند و حکمت کی ضرورت ہے اور خاص طور پر ہندوستان میں جہاں مسلمانوں کو اپنے ملی شخص کو برقرار رکھتے ہوئے تعلیمی میدان کو خود اپنی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی Nadwi

قرآن کریم نے عورتوں کو کیا مرتبہ عطا کیا ہے

صحیح معاشرہ کی تشکیل میں عورتیں کیا اہم رول ادا کر سکتی ہیں.....!

ذیلہ کا مضمون حضرت مولانا مظہر العالی کے وہ اہم تقریر ہے جو ۱۹ ستمبر ۱۹۵۵ء کو مدرسہ ندویہ ائبکٹوٹھ کے جلسہ میں جسے یہ طالب علم کے علاوہ نوجوان تھے، نے پڑھا تھا اور وہ خود ہی فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا نے قرآن کریم میں عورتوں کو جو درجہ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ عورتوں کو جو مرتبہ عطا کیا ہے اس پر تفصیلی گفتگو فرماتے ہوئے نفاذ شریعت اسلام کے طریقہ کار کا انمول اور دینیہ قدر مانتے ہوئے نفاذ اسلام اور اصلاح معاشرہ میں کیا اہم رول ادا کر سکتی ہیں۔ یہ تقریر اس موقع پر پڑھی گئی تھی جس سے زیادہ نوجوان تھے، جو پوچھا کرتے تھے، اور ہمارے مائیں بہنیں اور اہل بیت سے پرنا کر رہے۔ خصوصاً اسے ماحول میں جسے چکر یہ کہا جا رہا ہے کہ اسلام میں عورتوں کو بہت کم درجہ دیا گیا ہے۔

مدرسہ کی صدر محلہ فالزہ عرفان نے تقریر نقل کر کے ادارہ کو بھیجا ہے (ادارہ) ان کا شکر گزار ہے۔

خداوند بنا کے بعد ذیل کی آیت کی تشریح کر کے فرمایا۔

تَعْنِي عَيْنًا صَالِحَةً ذِكْرًا وَأَنْتِ ذَاهِيَةٌ مُؤْمِنَةٌ فَخَلَقْنَا حَيَاةَ طَيِّبَةً لِنَجْعَلَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (سورہ نمل - ۷۴)

حضرات اعلیٰ صاحب نے جو آیت تلاوت کی ہے وہ ذہن کو بہت متوجہ کرنے والی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے عمل صالح کے تذکرہ میں مرد اور عورت کا الگ تذکرہ کرتے ہوئے توجہ دلائی ہے۔ اس طرح عورت کو بھی اسی توجہ کا مستحق دکھایا ہے جس کا مرد کو اور عمل صالح کا فائدہ بتایا ہے وہ بہت عظیم ہے، عمل صالح کا فائدہ یوں تو سب کو

معلوم ہے اور اس کا ذکر بھی سب کرتے ہیں لیکن اس آیت میں جو فائدہ بتایا گیا وہ اپنی خاص نیت و اہمیت رکھتا ہے جو بہت اہم ہے لیکن اس کی طرف اس آیت کے پڑھنے والوں کا ذہن توجہ نہ گیا ہے گذشتہ زمانے سے کہ اس وقت تک کہتے تھے حفاظت گزرتے ہیں اور حافظوں کو صرف حفظ یاد ہے اور ہو گا اور حالوں نے اس کی تفسیر بیان کی ہے لیکن بہت کم اس پر غور کرنے کی نوبت آئی کہ اس میں کتنی بڑی بشارت سنائی گئی ہے وہ یہ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بھی نیک کام کرے گا میں یعمل حسن (الصالحات) مرد ہو یا عورت (میں دکھو امانتی) فخلقنا حیاة طیبہ ہم اس کی ضرور اچھی زندگی گزرا رہے ہیں گے۔

یہ سب مردی دور و محب دنیا میں جو ہو رہی ہے، امریکہ سے لے کر انڈونیشیا تک اور ہمارے اسلامی دنیا میں امریکہ سے لے کر شمالی افریقہ پھر چین، انڈونیشیا اور ایشیا تک سب کا ماحول یہ ہے کہ اچھی زندگی کیسے حاصل ہو، اس کے لئے کیا کوشش کی جائے، احساس کے کیا اسباب اور کیا نفاذ ہیں اور کس طرح یہ دولت حاصل کی جائے، آپ دیکھیں گے کہ پرائمری اسکولوں سے لے کر یونیورسٹی تک، یونیورسٹیوں کے بعد خاص مضمون کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں اور امتحانات اور بڑی اکاڈمیاں ہیں جو غور و فکر کرنے کے لئے ہی بنائے اور قائم کی گئی ہیں اور بڑے بڑے مصنفین ہیں ان سب کا جو مشترکہ موضوع ہے وہ یہ کہ ایسی زندگی کیسے حاصل ہو۔ یہاں تک سیاست اور انتخابات اور جمہوریت اور مہم افیاری ساری چیزیں بھی اس کی معاون ہیں کم سے کم وہ اس کا اعلان کرتی ہیں کہ ہم اس کا راستہ دکھائیں گے، رہنمائی کریں گے۔

اچھی زندگی کی ضمانت :-

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک بہت بڑی بشارت سنائی ہے جو میں من الصالحات جو اچھے کام کرنا اور اس کی بنیادی شرط ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق ہوں کام اللہ کی رضا کے مطابق ہوں اس کوئی کفر اور قرآن کے مطابق ہوں اور دینی احکام کے مطابق ہوں، پھر آخری آسمانی صحیفہ قرآن مجید کے مطابق ہوں تو ہم اس کی اچھی زندگی گزریں گے اس میں دنیا کی زندگی بھی آجاتی ہے، یہ نہیں جھٹکا جائے کہ اس میں صرف آخرت کی بشارت دی گئی ہے، حیاة طیبہ

جو لوگ عربی جانتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہاں نمرہ کا لفظ ہے "الحیوة الطیبہ" یعنی نہیں کہا گیا ہے۔ فلسفیانہ حیوة طیبہ، جھڑپ کی اچھی زندگی اس کی گزراؤں کے۔ یہ ساری کوشش اس بات کی ہے کہ یہ "دور دھوپ" یہ نہیں، اور یہ باتوں کا جاننا اور یہ کتابوں پر منت کرنا، پراگمائی سے لے کر یونیورسٹیوں تک پڑھنا پڑھانا، اور پھر اس کے بعد کیا حاصل کرنا، کوئی انجینئرنگ کا راستہ اختیار کر لے اور کوئی ادب اور سائنس کا راستہ اختیار کر لے، سب کا مشترک مقصد اور ہدف و نشانہ یہ ہے کہ اچھی زندگی حاصل ہو۔

اور کیا ایسا ہی خواہ ہو، اپنے کے لئے اچھی بڑی کوٹھی اور سواری کے لئے اعلیٰ درجہ کی موٹر اور ہوائی جہازوں پر سفر کرنا اور پھر اس کے بعد سیاست میں آنے تو وزیراعظم بن جانا اور پھر پارلیمنٹ کا ممبر بن جانا، سب اس لئے کیا جاتا ہے کہ ہم آرام اور سکھ کی زندگی گذار سکیں، اس کو کچھ کہتے ہیں، یہ ایک عام لفظ ہے اور بہت وسیع کہ ہم سکھیں ہوں، دکھی نہ ہوں، ہم سکھ کی زندگی گذار سکیں، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی ضمانت لے لی ہے اور فرمایا ہے کہ اس کا راستہ صرف یہ ہے کہ نیک عمل کرے ہمارے احکام کے مطابق اگر عمل ہوگا "فلفصیئہ" لام کے ساتھ کیا، جب کہنا ہوتا ہے عربی میں ایسا فرم ہوگا، ایسا فرم کریں گے تو اس کو نفع ملیں اللہ تعالیٰ نفعوں کے ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حالانکہ اللہ کا قول فرمان خداوندی ہے، اس میں شک کیا ہو سکتا تھا، لیکن ہمیں اطمینان دلانے کے لئے مردوں اور عورتوں کو اطمینان دلانے کے لئے کہا کہ ہم ضرور اس کی اچھی زندگی گزاروائیں گے۔ اور کیا چاہئے دنیا میں کس لئے دور دھوپ ہو، کس لئے انہما صحتیں غلطے میں ڈالی جا رہی ہیں، کس لئے مقابلے ہیں، کس لئے

یہ دور دھوپ ہے، سب اسی لئے ہے کہ اچھی زندگی گزارے۔ اب اچھی زندگی کسی نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اچھی خواہ ہو، حالانکہ اچھی خواہ میں اچھی زندگی گزارنا ہرگز یقینی نہیں۔ لاکھوں مثالیں دی جا سکتی ہیں کہ اچھی بڑی خواہ ہے لیکن زندگی اچھی نہیں۔ یا صحت خراب ہے۔ یا آپس میں نا اتفاقی ہے، یا اطمینان قلبی نہیں ہے کوئی ڈر لگا ہوا ہے، یا کوئی خطر ہے، یا کوئی ایسا مرض ہو گیا ہے، کوئی حارضہ ہو گیا ہے، کچھ ہو گیا ہے، وہم ہونے لگا ہے، یا صحت میں بھی خرابی آگئی ہے کہ بڑی خواہ بڑی کوٹھی، شاندار موٹر سب ہے، اولاد ہے، لیکن مزہ نہیں آرہا ہے زندگی میں۔

نعمت جس کو زندگی کی نعمت کہتے ہیں وہ حاصل نہیں ہو رہی ہے۔ تو یہ بات بہت سوچنے کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو ہمارے احکام پر عمل کرے گا ہمارا شریعت پر عمل کرے گا، ہمارے رسول کے فرمانوں پر عمل کرے گا، زندہ یہ دیکھے گا کہ رسول میں کیا ہوتا ہے، زندہ دیکھے گا کہ کون سی چیز بڑے فخر کی سمجھی جاتی ہے، کس بات پر تعریفیں ہوتی ہیں، کس بات میں عزت ملتی ہے، کس بات میں دولت ملتی ہے، کوئی اس کا خیال نہیں کرے گا، کوئی اس کا خیال نہ کرے صرف یہ کہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا کیا حکم ہے، شادی بیاہ کس طرح ہونا چاہئے، بچوں کی پرورش کیسے کرنی چاہئے، گھر میں کس طرح کی زندگی رائج کرنی چاہئے، ننانوں کی پابندی ہو، پردہ ہو، حیا و شرم ہو، ایک دوسرے کا احترام ہو، بڑے کو بڑا سمجھا جائے، جھوٹے پر شفقت کی جائے، غرور نہ ہو، قوی نہ ہو، اسراف و فضول خرچی نہ ہو، ناجائز رسمیں نہ ہوں، اور یہ دوسروں کو خوش کرنے کے لئے اللہ کو نادم کرنا بالکل آسان سمجھا جائے یہ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ باتیں نہ ہوں گی تو ہم اس کو ضرور اچھی زندگی گزاروائیں گے یعنی دنیا

میں بھی، اور اس کی ہزاروں مثالیں لاکھوں مثالیں ہیں۔ اگر آپ حدیث پڑھیں تو آپ دیکھیں گے کہ جن گھروں میں اور جن خاندانوں میں شریعت کی پابندی کی گئی، احکام اللہ اور احکام رسول پر عمل کیا گیا اور اسلامی زندگی کا جو نمونہ اور سانچہ ہے، اسلام اللہ نے زندگی کا جو ماڈل ہے۔ وہ اختیار کیا گیا، رسول کو نہیں دیکھا گیا، روح کو نہیں دیکھا گیا، بلکہ یہ دیکھا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم کیا ہے، جن لوگوں نے خاندانوں، برادریوں اور جن ملکوں اور جن معاشرہوں نے اور جس سوسائٹی نے اس پر عمل کیا، اللہ نے دنیا میں جنت کی زندگی کا مزہ چکھا دیا۔ اس میں شبہ نہیں، ہم ہرگز نہیں کہہ سکتے ہیں، دنیا ہی میں ان کو جنت کی زندگی کا مزہ آگیا کہ بس معلوم ہوتا تھا کہ ہم جنت میں ہیں، محبت کا دور دورہ ہے، ایک دوسرے کا حق ادا کیا جاتا ہے، یہاں کسی کا حق مارا نہیں جاتا کسی کو حقارت و ذلت کی نظر سے دیکھا نہیں جاتا، کوئی فضول بات نہیں کہی جاتی، کوئی ناجائز آمدنی باہر سے نہیں لیں، اللہ پر توکل اور اللہ کا نام لینا، پابندی کے ساتھ نماز پڑھنا، حلال روزی کھانا، حرام کا پیسہ کیا حرام کھے پانی لکھ گھر میں نہ آنے پائے، جن گھروں میں اس کی پابندی کی گئی ان کے گھر جنت کا نقشہ ہیں، ان گھروں پر بادشاہوں کے محلات اور شاہوں کی کوٹھیاں ان کے سامنے معلوم ہوتے ہیں، کوئی جیل خانہ ہے، دیکھنے میں باہر سے کتنی شاندار کوٹھی ہے، بڑی بڑی دیواریں ہیں، یہ سب ہے لیکن اللہ جہنم کی زندگی ہے، بیوی اور شوہر میں محبت نہیں ہے، ماں بیٹے میں محبت نہیں ہے، اند میں وہ شفقت ہے، نیٹے میں وہ احترام ہے، کسی کو رو کر ترس آتا ہے، کسی غریب کی مدد کی جاتی ہے، اور سوائے کھانے پینے اور سوائے فخر و غرور کے اور دکھاوے کے لئے مظاہرہ کرنے کے کوئی اور یہاں کام ہی نہیں ہے۔

تو بھائیو اور بہنو! آپ اس بات کا خیال

رکھیں اور یہ اللہ نے موقع دیا ہے کہ مرد عورت سے دونوں کوشش کر کے اور شریعت کے مطابق زندگی گزار کر اور اللہ کی فرمائندگی کر کے اور اس کے رسول کی شریعت پر عمل کر کے بڑی بڑی ترقیاں حاصل کر سکتے ہیں اور ترقیاں بھی کسی روحانی ترقی پر ہم غیب سوجا کر کہہ سکتے ہیں کہ ہم کتابیں لکھتے داتے آدھی ہیں، ہم جو کچھ لکھتے ہیں اس پر بحث ہوتی ہے اس کو بچھا جاتا ہے، اس پر سوال کیا جاتا ہے کہ کیسے لکھ دیا، اس لئے ہم ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔

علمی دنیا میں عورتوں کی خدمات

ہم آپ کو خدا کی قسم کھا کر بتاتے ہیں کہ دین کے احکام پر عمل کرنے کے علاوہ علم حاصل کرنے سے اچھی پر عمل کرنے سے مستورات نے اسلامی تاریخ میں اسلامی دنیا میں وہ وہ ترقیاں حاصل کی ہیں، روحانیت کے اس درجہ تک پہنچی ہیں جس درجہ تک اس زمانے میں ہزاروں نہیں لاکھوں مرد نہیں پہنچنے پائے۔ آج ہم آپ سے پوچھتے ہیں کیا راجہ بھیر سنگھ کا نام آپ نے نہیں سنا کہ راجہ بھیر سنگھ تھیں، ان کا نام آج کھنڈ میں یہاں اس محلے میں یا جہاں ہے کہ ان کے زمانے کے ہزاروں نہیں لاکھوں آدمی تھے، ان کے درجے کو نہیں پہنچے ہوں گے اور اس کے علاوہ تاریخ پڑھیں اور خود مستورات کی اور مسلمان فضیلت کی اور مسلمان اہلیات کے تاریخیں الگ الگ لکھی گئی ہیں۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ علمی حیثیت سے بھی ہماری بہنیں ہرگز نہ ملنے ملنا ایسے درجہ تک پہنچی ہیں کہ تاریخ میں نام آئے ہیں کہ بڑے بڑے اس زمانے کے علماء ان سے رجوع کرتے تھے، اس وقت ہم ان کے نام لے نہیں سکتے وہ بہت ہیں اور مجھے سب یاد بھی نہیں، اندس آباد اور قاہرہ میں اور حرمین خریفین میں ایسی عورتیں تھیں کہ ان سے لوگ

مسئلے پوچھتے جاتے تھے اور عربی لغت کی تحقیق کرنے جاتے تھے، ان سے علمی استفادہ کے لئے جاتے تھے ان کے نام میں تاریخ کے اندر، ان کے شاگردوں کے نام میں، کتنے بڑے شاگرد ہوئے، تو یہ دولت علم کی دولت مردوں کے ساتھ مخصوص نہیں، مرد و عورت دونوں کے لئے ہے۔

قرآن کریم میں مردوں کے ساتھ عورتوں کے ذکر کا اہتمام

ہم آپ سے ایک طالب علم اور عربی جانتے دلے کی حیثیت سے کہتے ہیں کہ یہ عرف کبہ دینا کافی ہوتا ہے کہ مرد و عورت سب کے سب درجے حاصل کر سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جب ذکر کرتا ہے ایسے مرتبہ، تو مردوں کے لئے صرف الگ اور عورتوں کے لئے الگ ذکر کرتا ہے، "ان المؤمنین والمؤمنات والمؤمنین والمؤمنات والذاتیں" اور ہر لفظ کے ساتھ ایک مرد کے لئے صیغہ ہے، ایک عورت کے لئے، کوئی پوچھے کہ بھئی اتنا کہہ دیا ہو تاکہ دین میں من الصالحات من ذکر او انثی دھوموں میں نہیں کوئی یہ نہ کہے کہ عبادت کی یہ قسم مردوں کے ساتھ مخصوص ہے، عورت اس میں کوئی درجہ نہیں حاصل کر سکتی۔ روزہ رکھنے میں ان کا ذکر ہے، عبادت کرنے میں ان کا ذکر ہے، اور اللہ کی یاد کرنے میں ان کا ذکر ہے، "مما لکھنکون اللہ یتوہ الذاکوت" اللہ کا ذکر کرنے میں الذاکوتین ذکر کا صیغہ بھی استعمال کیا گیا ہے اور مؤنث کا بھی۔ اس لئے کہ دوسرے مذاہب کی تاریخ ان کی کتابیں بتاتی ہیں کہ وہاں بہت سے کمالات اور بہت سی صفات صرف مردوں کے لئے مخصوص کر دی گئی ہیں اور یہ بات دماغ میں بیٹھی ہوئی تھی اور ایک بالکل بدیہی بات سمجھی جاتی تھی کہ یہ صرف مردوں کا کام ہے، عورت اس میں ہاتھ نہ لگائے، وہ ترقی نہیں کر سکتی ہے، اس کو اس سے

کوئی بڑا امتیاز نہیں حاصل ہو سکتا ہے لیکن قرآن میں ایک ایک عبادت کے ساتھ، عبادت کی ایک ایک قسم کے ساتھ مردوں کے لئے الگ لفظ اور الگ صیغہ اور عورتوں کے لئے الگ صیغہ ہے۔

قرآن مجید میں عورتوں کے نام سے مستقل ایک سورۃ

اور پھر دیکھئے اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ قرآن مجید کی بڑی سورتوں میں سے ایک سورۃ کا نام ہی عورتوں کے نام پر رکھا گیا ہے "سورۃ النساء" کیا بندہ مذہب کا کوئی جانتے والا بتائے گا کہ اس کے مذہب میں اور اس کی کسی حدیث کتاب میں عورت کے نام سے کوئی لکھو ہو یا اس کے عنوان سے ذکر ہو۔ لیکن جہاں پر ایک سورۃ سورۃ تہ ہے، سورۃ آل عمران اور پھر ساری سورتیں قرآن مجید کی ہیں وہیں ایک سورۃ النساء ہے اور پہلے دن سے اس وقت تک اس کا یہ نام چلا آرہا ہے اور یہ عورتوں کے لئے ہے، ترقی اور علم میں حاصل کرنے اور دین میں ترقی اور اس میں امتیاز پیدا کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے اور اس کے یہاں اونچا مقام حاصل کرنے اور اللہ کا مقبول بندہ اور بندہ بننے کی پوری پوری صلاحیت اور پورے امکانات اور پہلے صدی سے لے کر اس وقت تک موجود ہیں اور آج بھی ایسا ہو سکتا ہے۔

ہندوستان میں عورتوں کی دینی خدمات

اور آپ حضرات ہندوستان ہی کی تاریخ پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہاں کئی بیویوں نے قرآن مجید کی تعلیم اور دینیات کی ترویج اور بدعات کی تردید اور سنتوں کی اشاعت کا کام کیا ہے ایک شاہ ولی اللہ صاحب کا خاندان دیکھ لیجئے کہ وہاں ایسی بیویاں گزری ہیں کہ جنہوں نے دینی میں اور دین مرتبہ

دینی کے باہر بھی ان کا فیض پہنچا اور کسے کہ یہ کیا کم بات تھی کہ ان کی آغوش حریت میں ان کی گود میں شاہ عبدالقادر پیدا ہوئے، شاہ رفیع الدین پیدا ہوئے، شاہ عبدالعزیز پیدا ہوئے، یہ سب کی گودوں میں پیدا ہوئے تھے اور پھر ہمارے یہاں اودھ میں دیکھئے یہاں کسی کسی بیباں پیدا ہوئے، میں ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ حضرت سید احمد شہید نے بریلی میں پیدا ہوئے وہاں کے خاندان میں ہی نہیں ان کا فیض مارے ہندوستان میں پہنچا ان کے ہاتھ پر ۲۵۰ ۳۰ ہزار آدمی مسلمان ہوئے اور ۳۰ لاکھ کے قریب لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت اور توبہ کی، ان کے حالات میں لکھا ہوا ہے دیکھئے اور سنئے میں توبت مولیٰ بات معلوم ہوگی لیکن دیکھئے کس درجہ کی کنسی اونچی بات ہے کہ ایک مرتبہ ایسا ہکا کر ان کی والدہ صاحبہ نماز پڑھ رہی تھیں اور ان کی دانی بیٹھی ہوئی تھیں کہ ایک دم سے کوئی آدمی گھر میں آیا گھر میں اس آدمی نے کہا کہ دو فریقوں میں فساد ہو گیا اور لڑائی ہو رہی ہے اور آپ کو جہاد کے لئے دعوت دی، آپ تیار ہو گئے، ماشاء اللہ آپ جان تھے اور بہت درد نہیں کئے ہوئے اور بڑے پھر تیلے تھے، دانے لے کر کہا نہیں پڑا یہ نہیں جاسکتے، عمر بھی اس وقت شاید ۱۲، ۱۳ برس کی رہی ہوگی والدہ خوب سمجھتی اور جانتی تھیں کہ وہاں جا کر شہادت کی تہمت لگائی جاسکتی ہے، ہم نہیں بیٹھے ہیں کہ معلوم ہوا کہ شہید ہو گئے یا زخمی ہو کر وہاں سے واپس لانے جاسکتے ہیں، تودانی نے روک دیا، اور والدہ صاحبہ نے جب سلام پھیرا حیرت کی بات ہے انھوں نے کہا کہ بی بی تم نے کیوں روکا، تم نے اس سعادت سے کیوں محروم رکھا ہمارے بیٹے کو جانے دینا چاہیے تھا یہ جہاد کا معاملہ تھا، اب آپ بتائیے کہ کس درجہ کا کیا عقیدہ و ایمان ہوگا اس خاتون کے اندر اور وہ علم دین سے کتنی واقف ہوں گی اور پھر کتنا اس کے اندر ایسا فرقہ بانہ کا جذبہ ہوگا کہ اپنے بیٹے کو اس طرح

میں ڈالتے کئے تیار اور دانی جس کا ایک حارصی خاوندانہ رشتہ ہوتا ہے وہ درو کے مگر دودھ پلانے والی اور اس کو وجود میں لانے والی شفقتی ماں ہے کہے کہ نہیں ان کو جانا چاہیے تھا، ایسی سیکڑوں ہزاروں مثالیں آپ کو ملیں گی یہ سب کے بیان کرنے کا موقع نہیں۔ آپ کو بہت سے ایسے انشاء اللہ ملیں گے عطا فضلاً اور دین کے دائمی و خدمت کرنے والے کہ ان سے آپ کے یہ بوجھیں کہ آپ کی یہ حالت کیسے ہوئی، آپ اس درجہ تک کیسے پہنچے، آپ کی یہ بہت کیسے بنی تو ان میں سے بہت سے یہ نہیں گئے کہ ہماری مالانہ ایسی ہی تربیت کی تھی اور امید ہے کہ اس مجمع میں بھی ایسے لوگ بیٹھے ہوں گے جو اپنی ماں کے نمونہ احسان ہوں گے، اور ہم شہادت دے سکتے ہیں کہ ہمیں ہماری ماں نے چھوٹ بولنے سے روکا، ہماری ماں نے ہم کو حق تلف کرنے سے، کسمپوزیادی کرنے سے، کسمپوزیادی ہاتھ بڑھانے سے روکا، ہم اپنی ماں کو دیکھتے تھے، ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے توجہ سے ہوش سنبھالا ہے اور ہمیں یاد ہے کہ نے اپنی والدہ صاحبہ کو تہجد پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، معلوم ہوا کہ نماز تہجد نہیں چھوٹی ہے اور ہم فریہ نہیں کتے لیکن عرض کرتے ہیں ہمارے ہمیں میں ہمارے چھوٹے خاندان میں چار گھر ہے ہوں گے تیکر پر یہ سوال کیا گیا کہ کیا عورتیں تراویح پڑھ سکتی ہیں اور کیا عورتوں کی تراویح باجماعت ہو سکتی ہے تو علامہ فرنگی محل نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر عورت امام ہواد عورتیں ہی اس کی مقتدی ہوں تو جماعت کرنے میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ ہماری والدہ صاحبہ مرحومہ اور ہماری خالہ زاد بہن اور ہماری بھوپھی یہ سب قرآن مجید پڑھتی تھیں اور تراویح میں ایک قرآن مجید ہمارے گھر میں ختم ہوجاتا۔ اس کے علاوہ عورتوں میں مصنفات گزری ہیں اور ایسی فری فری بعض مصنفات ہیں کہ ان کی کتابیں علمی کتب خانے کی زینت ہیں اور بعض تو اس

اس ملک میں مسلمان بن کر رہنے کی آدھی ذمہ داری عورتوں پر ہے۔

ہم صاف کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس ملک میں مسلمان بن کر رہنا قرآن شریف پڑھنے کے قابل ہونا اور دو کتابوں سے فائدہ اٹھانا، اسلامی شعائر و احکام سے واقف ہونا، اسلامی تہذیب اختیار کرنا اور اس پر قائم رہنا اور توحید کے عقیدے پر مضبوطی سے جتنا اس میں آدھی سے زیادہ ذمہ داری ہمارے بیسیوں اور عورتوں پر ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خود سے ہماری دینی قلمی کو نسل کو اور قاضی جلیل عباسی صاحب مرحوم کو اور ہمارے ڈاکٹر اشتیاق صاحب کو، ان کی عمر میری صحت میں ترقی ہے کہ انھوں نے یہ بات گھر گھر پہنچانے کی کوشش کی ہے کہ اس وقت کچھ کوشش کر لی جائے۔ کہ ہمارے بچے قرآن مجید پڑھنے کے قابل بن جائیں، قرآن مجید تو عربی میں لکھا ہے اسے پڑھ سکیں اور اردو پڑھ سکیں، دنیات کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا اور شرک و توحید کا فرق سمجھیں، سنت و بدعت کا فرق سمجھیں اور گناہوں کو سمجھیں کہ کون کون سی چیزیں گناہ ہیں۔

ہماری پڑھی لکھی بہنوں کی ذمہ داری

اگر یہ نہ ہو اور اس میں ہماری خواتین اور ہمارے گھر کی پڑھی لکھی دیندار بیسیوں نے اس کی طرف توجہ نہ کی اور نہ ہی دلچسپی لی تو میں آپ سے صاف کہتا ہوں اور دل پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہوں کہ اس ملک میں مسلمان کا مسلمان رہنا مشکل بلکہ یہ ملک اسپین بن جائے گا، اور آج جتنا ہوں آپ کو کہیے نقشہ اور منصوبہ تیار ہے کہ اس ملک کو اسپین بنا دیا جائے،

اور اسپین کیا ہے بہت ساری بھائی بھیلیاں نہیں جانتی ہوں گی کہ اسپین یورپ کا ایک ایسا ملک تھا جو کہ خالصتہ مسلمان ملک ہو گیا تھا، وہاں بڑی اسلامی شان و شوکت کی سلطنتیں قائم ہوئیں اور وہاں بڑے بڑے اولیاء اللہ پیدا ہوئے، شیخ اکبر کہ جن کا نام شخص کی زبان پر ہے یہ وہیں کے رہنے والے تھے، ماہکی مذہب کا ایک مسئلہ ہے کہ اگر یہ معلوم ہوجائے کہ مدینہ میں ایسا ہوا کرتا تھا تو اب کسی دلیل کی ضرورت نہیں، ان کا عمل حجت اور دلیل ہے۔

تاریخ میں لکھا ہے ایک روز ایسا تھا کہ مایکوں میں ایک یہ اصول بھی تھا کہ اہل قرطبہ کا عمل حجت ہے، اہل قرطبہ ایسا کرتے ہیں، اس کی امت ایسی ہے کہ قرطبہ کے متعلق یہ کہہ دینا کافی تھا کہ وہاں ایسا ہوتا ہے۔ وہ اسپین کے جہاں اولیاء اللہ پیدا ہوئے، جوئی کے علاوہ موطا کے شارحین پیدا ہوئے اور بڑے بڑے مجاہدین پیدا ہوئے اور پورے اسپین پر اسلامی حکومت تھی اور جامع قرطبہ اور جامع سبیلہ اور جامع غرناطہ کسی کسی مسجد میں ہیں جن کی مثال ملنی مشکل ہے۔

اس ملک کو وہاں کے غیر مسلم باشندوں نے منصوبہ بنا کر اور اس میں کچھ ہمارے مسلمانوں کی بھی کوتاہی تھی، انھوں نے ان کو مانوس نہیں کیا تھا اس طرح وہاں سے غیر مسلموں نے اسلام کو خارج کر دیا، جو بچے کچھ مسلمان تھے وہ غرناطہ سے مراکش پہنچ گئے اور آج پورا اسپین خالی ہے، نہیں سے اذان کی آواز آتی ہے اور نہ نہیں کوئی مدرسہ ہے۔

ویلے لوگوں نے کہا ہے کہ ہم نے نفا سے آواز میں سنی میں اذان کی، قرآن کی یہ نہیں بت جلتا ہے کہ کہاں سے آوازیں آرہی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ روحانی نفا سے آوازیں آرہی ہیں کچھ اللہ کے مقبول بندوں نے قرآن پڑھا تھا۔ اللہ کے بندے جب

ربکار ڈ کر سکتے ہیں تو اللہ کیوں نہیں کر سکتا؟ تو اللہ نے اس کو ربکار ڈ رکھا ہے۔ اور ان کی تلواریں سب سن رہے ہیں اور ہم آپ سے کہتے ہیں کہ آج ساری کوششیں جو ہو رہی ہے یہ مددۃ العلماء ہو یا جو بھی ہمارا خاص مدرسہ اور ادارہ ہو، یا دارالعلوم دیوبند ہو، یا جامعہ ملیہ ہو یا مسلم یونیورسٹی ملتان ہو، اور بھی کوئی بڑا مدرسہ، کالج ہو، یونیورسٹی ہو، وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

ہماری مستورات توجہ نہیں لوگ خطرہ میں ہے

مسلمان آئندہ مسلمان نسل کو مسلمان رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک ہمارے گھر کی مستورات بیگمات، ہماری مائیں اور بہنیں اس کا ارادہ نہ کریں اور یہ طے نہ کریں کہ ہم اپنے بچوں کو دین سے واقف کرائیں گے، بدلتی اسٹائل میں جانا ضروری ہے جائیں لیکن ہم منہ پر بند انتظام کریں گے، کسی کو بلائیں گے یا بیچ جانے سے پہلے کوئی انتظام کریں گے۔ ان کو اردو پڑھائیے، ان کو اردو لکھنے کی مشق کرائیے، ان کا کلمہ سن لیجیے یہ معلوم کر لیجیے کہ اتنی مستورات کو یاد ہیں کہ نماز میں پڑھ سکیں، اگر اس کی طرف ہماری مستورات نے توجہ نہ کی تو یہ ملک خطرہ میں ہے، اس طبقہ کا ہم بھی بڑا فائدہ سمجھتے ہیں۔ اصل بات جو یہاں کہنے کی ہے اور میں اسے امانت کے طور پر چھوڑ کر جاتا ہوں وہ یہ ہے کہ اپنے بچوں کی خودت کر لیجیے اپنے ہی گھروں کے نہیں اپنے محلے اور بہنوں، بہنیوں اور رشتہ دار بیویوں کو بھی توجہ دلائیے کہ دیکھو بی بی، دیکھو بہن، اپنے بچے کو جہاں چاہو بھیجو لیکن اس کو اللہ کا نام لکھا دو، کہ اللہ ایک ہے وحدہ لا شریک ہے اور اللہ کے یہ غیر حضور آخری پیغمبر تھے ورنہ آج تو ایسی ترکیبیں کی جاتی ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ گھرانے ہے اگر تمہاری کوئی چیز گم ہو جائے یا کوئی کام ہو یا تکلیف ہو تو راستہ میں مندرائے گا اس سے

گزرتے ہوئے اس سے مانگ لینا۔ اور یہاں تک سازشیں ہوتی ہیں کہ کوئی چیز چھپادی جاتی ہے۔ ایک طالب علم نے ایک طالب علم کی کتاب یا کاپی کہاں ہے میری کاپی کہاں ہے اس نے کہا امام کا نام پورا نام کا نام تو مل جائے گی۔ اس نے جو رام کا نام لیا تو اس نے چپکے سے نکال کر سامنے کر دیا اس طرح اس کے دل میں یہ عقیدہ ڈال دیا کہ رام کا نام لینے سے سلسلہ عمل ہوتا ہے کام ہو جائیے، کھوئی چیز مل جاتی ہے یہ بڑی گہری اور بڑی وسیع سازشیں چل رہی ہے۔

خندوستان کے اندک اولیاء اللہ کے سرزمین ہے، یہ مجاہدین کی سرزمین ہے، مجاہدین کی سرزمین ہے، جہاں پر مجدد الف ثانی پیدا ہوئے یا خواجہ معین الدین چشتی آئے یا شاہ ولی اللہ صاحب جیسا امام وقت پیدا ہوا، اور یہاں مولانا قاسم نانوتوی مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد علی صاحب گیسوی اور کیسے کیسے عالم، کیسے کیسے۔۔۔ فاضل پیدا ہوئے اس ملک کے بارے میں یہ نقشہ بنایا جا رہا ہے نقشہ بنا ہوا موجود ہے۔ نام تو اسے دن مسلمان رہے، اپنی کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہیے۔ آئندہ نسل جو وہ باہل اسلام سے ناواقف کر دیا جائے چاہے منکر نہ بنیں لیکن اسلام سے ان کو ناواقف کر دیا جائے ہیں یہ بیخام لے کر جائے کہ اپنے گھروں میں پہلے اور پھر محلے میں اور پھر برادری میں کہیں اگر شاد دی مباح میں جانا ہو تو وہاں کہیں، تقریب ہو تو وہاں جا کر کیجیے، وہاں بھی توجہ دلائیے کہ

بہنوں کی توجہ

بہنوں، بیویوں اس کو اپنے بچوں کو مسلمان بناؤ، مسلمان رکھو، اور اللہ پڑھنا سکھاؤ، قرآن مجید پڑھنے کے قابل بناؤ، توحید ان کے دل میں بٹھاؤ، مشرک و بدعت سے، بت پرستی سے ان سب چیزوں سے روکو، اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کو توفیق دے اگر یہ کام ہو گیا تو اس میں بہت کچھ ضمانت ہے اسلام

باقی صفحہ پر

عالم اسلام

ترکی پہلے اور اب

(مولانا) سید محمد داہج حسینی ندوی

ترکی میں اسلام نواز پارٹی رفاه (رہود) پارٹی کے رہنما نجم الدین ارکان دو ماہ ہوئے وزیر اعظم ہوئے ہیں، کیونکہ ان کی پارٹی پارلیمنٹ کے انتخابات میں دوسری پارٹیوں کے مقابلہ میں زیادہ سیٹیں لاتی ہے۔ اس سے ترکی کی مذہبیت کا رویہ میں جو کئی دہائیوں سے سختی کے ساتھ قائم تھا تبدیلی شروع ہو گئی ہے۔ نجم الدین ارکان ایک سجدہ سیاسی لیڈر ہیں، ان کا پس منظر مذہبیت پر ہے۔ اس لئے ان میں مذہب کی پسندیدگی پائی جاتی ہے، لیکن مذہب کے فروغ کے لئے وہ دستوری اور جمہوری طریقہ کار کو ہی صحیح سمجھتے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی پارٹی کی کامیابی کے لئے یہی طریقہ اپنا یا ہے۔ وہ اپنی سلامتی طبع اور جمہوری طریقہ کار سے ترکی کے باختر طبقہ کو راضی رکھے ہوئے ہیں۔ وہ پہلے ایک موقع پر نائب وزیر اعظم رہے ہیں پھر مذہب مخالف عناصر نے ان کو ہٹا دیا تھا۔ مولانا مہدی حسن علی حسینی ندوی نے کئی سال قبل جب استنبول ترکی کا سفر کیا تھا اس وقت نجم الدین ارکان حکومت میں نہ تھے۔ صرف پارلیمنٹ کے رکن تھے۔ وہ مولانا کو سن کر ملتے آئے اور ترکی میں اسلام دشمنی کھے فضا کو دور کرنے کے لئے اپنی کوشش سے باجریا تھا۔ اور اچھی توقعات کا اظہار کیا تھا۔ اس باوجود ان کے سفر استنبول کے موقع پر وہ بیرون ملک دورہ کرتے ہیں ان کے لوگ مولانا سے ملے اور مولانا کھے

ترکی مغربی ممالک کا حصہ صلیف ہے لیکن گذشتہ دہائیوں میں خاص طور پر پہلی جنگ عظیم کے وقت وہ جرمنی کے ساتھ تھا۔ اور اس طرح جنگ کے موقع پر وہ جرمنی کے ساتھ یورپین ممالک سے برسرِ پیکار ہوا تھا۔ جس کی سزا اس کو جرمنی کی شکست کے بعد جیلی بڑی تھی حتیٰ کہ اس کے آزاد اور خود مختار بننے کے حالات بھی بہت دشوار ہو گئے تھے۔ لیکن وہ باقی رہ گیا، وہاں کی سیاسی قیادت میں زبردست انقلاب آیا اور ترکی کا وہ حکومت جو عثمانی ترکوں کی خلافت اسلامیہ کی شکل میں صدیوں سے چلی آ رہی تھی۔ اور جس کی بنا پر ترکی پورے عالم اسلام کا متولی تھا اور عرب ممالک اس کی مملکت کے صوبے تھے۔ اور اس سب کی بنا پر ترکی ایک عظیم طاقت تھا جس کی دھاک یورپ پر بھی چھٹی ہوئی تھی۔ نسلی سیاسی تبدیلی سے اپنی اس خصوصیت سے محروم ہو گیا۔ اور ایک محدود رقبہ کا ملک رہ گیا۔ اس کے دیگر اجزا جو مونا انیشیا افریقہ کے عرب ممالک پر مشتمل تھے۔ وہ ترکوں کھے

سرحد کی سے آزاد نیم خود مختار یا با اختیار ہو گئے۔ عرب ممالک کی یہ خود مختاری عربوں کی ضرورت اور طلب کی بنا پر کم مغربی طاقتوں کی ڈپلومیسی کے سبب سے زیادہ تھی۔ اور اس سب سے بڑا اور اصل کردار برطانیہ کا تھا۔ جو صرف برصغیر ہی میں نہیں بلکہ مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید میں اپنی نوآبادیوں کا قائل کرنے اور مضبوط بنانے کے لئے کوشاں تھا اور مشرق وسطیٰ میں ایسی کسی طاقت کو پسند نہیں کرتا تھا جو وہاں کے علاقوں میں اس کے اثر و رسوخ کے لئے رکاوٹ بنے۔ لہذا اس نے عربوں کے قومی و علاقائی احساس کو ابھارنے اور ترکی کو اقتدار سے گھولنا ہی حاصل کرنے کی طرف توجہ کیا چنانچہ عربوں نے قومیت کا نعرہ قبول کر کے ترکوں سے اپنے کو علاحدہ کر لیا اور ترک تہا ایک محدود علاقہ کی حکومت تک محدود ہو گئے۔ اس سے ایک طرف ترکوں اور عربوں کے مابین سخت دشمنی پیدا ہوئی اور دوسری طرف خود عرب علاقوں میں علاقائی تقصیب ابھرا اور وہ سب چھوٹے چھوٹے گھروں و گھروں میں تقسیم ہو گئے اور انہوں نے اپنی قومیت کے لئے اپنے نئے ناموں اور برطانیہ اور فرانس کی سرپرستی قبول کر لی۔ ان دو مغربی ممالکوں کی سرپرستی کا مطلب غلامی اور سیاسی واقفاداری تاجداری تھی، جو اس وقت سے تا حال کسی نہ کسی شکل اور مقدار میں قائم ہے۔ ادھر ترکوں میں عربوں کی حلاوت کی جو ناراضگی کے جذبات ابھرے برطانیہ نے اس سے پورا فائدہ اٹھایا اور ان کے ایک فاتح جنرل مصطفیٰ کمال کو دوست بنا کر اس کے ذہن کو عربوں کی ثقافت اور مذہب دونوں سے بیزار بنایا چنانچہ مصطفیٰ کمال نے نہ صرف عثمانی خلافت اسلامیہ کو ختم کیا بلکہ عربی اور مذہب اسلام کو بھی ملک بدر کر دینے کی پوری کوشش کی اور اپنے مغربی ناموں کی تباہی ہوئی یہ دیں اختیار کی مشرقی تہذیب کے تحت ہیں ماندگی کا وجہ سے ترکی طاقتوں

میں چھپے۔ لہذا اس کے لئے اسے یورپ کی ثقافت و طرز زندگی کی نقل کرنے ہی میں کامیاب و بہتری ہے۔ لہذا اب اس کو یورپ کے چھپے چھپا ہو گا۔ اور سیاست و ثقافت کے برائے طریقوں کو خیر باد کہنا ہو گا۔ ترکی کے سربراہ مصطفیٰ کمال کے ذہن میں یہ خیال اس طرح جاگزیں کر دیا گیا کہ انہوں نے اس فلسفہ کو پوری طرح اپنا لیا، پھر جس نے بھی خیریت اسلامی یا اسلامیت کی بات کی اس کو سزا دی گئی۔ دستور میں اس کی ہدایات واضح طور پر شامل کی گئیں، ترکی نوٹی اسلامی و مشرقی لباس ممنوع قرار دیا گیا۔ عربی حرف لاطینی حروف میں بدل دیئے گئے۔ عربی زبان کو ممنوع قرار دیا گیا حتیٰ کہ اذان بھی عربی زبان میں دینا ممنوع کر دیا گیا اور اسلامی ملکوں کی برادری سے اپنے کو باہر کر لیا گیا اور اپنے کو یورپ ہی کا ایک جز قرار دیا گیا۔ یورپ سے اور خاص طور پر برطانیہ سے مصطفیٰ کمال کی تعلق اتنا زیادہ بڑھ گیا کہ برطانیہ سفیر سے ہر معاملہ میں مشورہ ہوتا حتیٰ کہ جب صدر مملکت مصطفیٰ کمال کی بیماری خطرہ کی حد تک پہنچی اور ان کو اپنے انتقال کا وقت قریب معلوم ہوا تو برطانیہ سفیر کو بلا کر اپنے جانسپین کے لئے مشورہ کیا اور یہاں تک لگا کر میں ترکی کی فلاح کے لئے یہ مناسب سمجھا ہوں کہ میرے بعد آپ میرے قائم مقام ہوتے۔ لیکن برطانیہ سفیر اور برطانیہ حکومت ظاہر ہے کہ اس کو حالات کے لحاظ سے ناقابل عمل سمجھتی تھی۔ لیکن ایسے شخص کی قائم مقامی طے ہوئی جو مشرقیت دشمنی کے خیالات میں مصطفیٰ کمال سے کم نہ تھے۔ وہ عصمت انونو تھے جنہوں نے ترکی کی مغرب نوازی اور مغربی ثقافت کی سلسلہ کو پوری نگر و توجہ سے قائم رکھا اور ان کے جیسے ہی ترکی کا سیاسی اور ثقافتی رویہ میں کوئی فرق نہیں آیا برطانیہ کی ڈپلومیسی تھی کہ اس نے ایک طرف عرب ممالک کے ذہنوں میں نسلی و قومی عصبیت بیدار کی اور عرب لیگ کے قیام کا مشورہ بھی اسی نے دیا اس

طرح قومیت کے تصور کے اثر سے عربوں کو ترکوں سے علاحدہ کر کے آمادہ کیا اور اپنی خیر خواہی و دوستی کا یقین دلایا۔ شریف حسین والی حرمین شریفین سے اور ان کے بیٹوں یونوں سے برطانیہ کے روابط تاریخ میں جلی حروف سے ملتے ہیں۔ دوسری طرف ترکوں کی نسلی حکومت کو اپنی خیر خواہی اور مخلصانہ رویہ کا یقین دلانے عربی ثقافت اور اسلامی رشتہ سے اس کو برگشتہ نہ لیا اور اس طرح اس کو اپنے ارد گرد کے اسلامی ممالک کے درمیان بیک وقت بنا کر دیا اور اس سے آزاد ہونے والے عرب علاقوں میں اپنا اثر اور بلا دستی قائم کر کے ان کے متحد علاقوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا جن میں مصر، سوڈان، عدن، کامران، مسقط، ابو ظہبی، بحرین اور قطر اور کویت خاص طور پر شامل تھے۔ ترکوں اور عربوں دونوں کے ساتھ خیر خواہی کا مظاہرہ کر کے دونوں کو نقصان پہنچا یا نہ خلافت عثمانی کو ختم کر کے مسلمانوں کے اتحاد کو توڑ دینے کے عہدہ کو برصغیر کے دانشوروں نے بھی محسوس کیا۔ اور اس کو برطانیہ کی بنیادی سازش قرار دیا۔ اور اس کو صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے ہندوؤں نے بھی خطرناک سمجھا اور اس پر احتجاجی تحریک چلائی۔ چنانچہ تحریک خلافت کا برصغیر میں برسوں زور رہا۔ کیونکہ برصغیر کے باشندے برطانیہ سیاست کی چال بازی اور خطرناکی محسوس کرتے تھے۔ برطانیہ نے اس کے ساتھ عربوں کو کمزور اور محدود کرنے کے لئے یہودیوں کے فلسطین پر ان کے دعویٰ کے ساتھ ہمدردی دکھائی اور اس کے وزیر خارجہ نے یہودیوں سے فلسطین میں اسرائیل بتردیج اولاً حکمت عملی کے ساتھ پھر جنگ برپا کر کے فلسطین میں یہود کو قبضہ دلایا۔ اس طرح مشرق وسطیٰ میں ایسی کشمکش کی داغ بیل ڈال دی کہ وہاں کا سارا امن و اطمینان خراب ہو گیا۔ جس کا سلسلہ تا حال باقی ہے۔ اسرائیل کے معاملہ میں امریکا کو برطانیہ نے

اپنے ساتھ کر لیا تھا اس نے مزید توجہ دے کر یہودیوں کو دکھائی اور علی طور پر مدد کی جو تا حال جاری ہے۔ اور ترکی کا جو تعلق پہلی جنگ عظیم سے قبل کے جرمنی سے قائم ہوا تھا اور اس کو ترکی حکومت نے ختم نہیں کیا تھا اس کے اثر سے ترک مزدوروں کی جرمنی کے کارخانوں میں بڑی تعداد میں کھت ہوئی اور اس نے اس کے دوستانہ تعلق کو بحال رکھا جو تا حال جاری ہے۔ اس کے نتیجہ میں جرمنی میں ترکوں کی جو تعداد ہو گئی ہے وہ کسی دوسرے ملک میں نہیں ہے، لیکن اب وہاں بھی غیر ملکیوں کے خلاف جذبات اٹھنے لگے ہیں جس کی وجہ سے وہاں ترکوں کو مسائل پیش آتے لگے ہیں۔ البتہ جنگ میں شکست کی وجہ سے ترکی سیاسی فوجی تعلق امریکا اور یورپی اتحاد سے قائم کرنے پر مجبور ہوا امریکانے شروع میں روس کے خلاف اس کو اپنی جوگی بنایا روس کے خلاف اس نے کام کیا۔ اب روسی طاقت ٹوٹنے کے بعد ترکی کو امریکا اور یورپ اپنے مفادات کے دائرہ سے باہر نہیں جانے دینا چاہتے اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ اسلامی ثقافت و مذہب سے وابستگی کو مشرق وسطیٰ میں مسلم طاقت کے عروج کا پیش خیر محسوس کرتے ہیں۔ اس کو اسلامیت کے جذبہ سے علاحدہ بھاڑ رکھنا چاہتے ہیں۔ ترکی میں امریکا و یورپ کے وفادار سیاست دانوں نے اس صورت حال کو براہِ برابری رکھا، لیکن اس سلسلہ میں یورپ و امریکا کی تشدد آمیز زیادتیوں نے ترکی کے عوام میں ناراضی پیدا کی، خاص طور پر قبرص میں عیسائی اکثریت کا ترک مسلم اقلیت کے ساتھ ناروا برتاؤ پھر بوسنیا کے مسلمانوں کے ساتھ سربھیانوں کی نا انصافیاں اور نظام اور یورپ کا عیسائیت کے تعلق سے مسلک کو بہت بکے طریقے سے لینا اور نظر انداز کرنا جبکہ بوسنیا کے مسلمان عرصہ تک ترکوں کی حمایت و حفاظت میں رہنے کی وجہ سے ترکوں کے دلوں میں اپنے لئے بہت نرم گوشہ رکھتے ہیں اور سرب

عیسائیوں سے ترکوں کی کشمکش قدم ہے۔ پھر چین میں جہاں کے لوگ ترک نسل سے علاقائی اور نونی تعلق رکھتے ہیں روس کی حیرت دہشتیاں اور مظالم جن سے مذہبی کشمکش کی جھلک ملتی ہے پھر جرمنی میں ترکوں کے ساتھ جو رویہ اپنایا جانے لگا ہے اس میں بھی مذہبی اختلاف کے اثرات ابھرتے ہیں یہ وہ باتیں ہیں جن سے ایک طرف ترکوں کو یورپ کی قیوں سے دوری ہوتی ہے دوسری طرف اسلام سے یورپ کی عیسائی قیوں کی عداوت کا شکار بن رہا ہے ترکوں کو اُس وقت بڑھاپے اور اس سے ان کی قدر و قیمت ان کے ذہنوں میں ابھرنے لگی ہے جس کو ان کی حکومت نذر بار ہی ہے اور مذکورہ بالا حکومت میں اس کو دباننا آسان ہے۔

ترکی میں مصطفیٰ کمال پھر عصمت انونو نے اسلامیت سے جو دوری پیدا کی تھی اور اس دوری کو دستور کے دباؤ اور نوجی تسلط سے قائم رکھا تھا اس میں تھوڑی دھیرے ۱۹۵۱ء کے بعد عدنان مندربیک کے برسر اقتدار آنے پر ملی۔ جب کہ انھوں نے عربی میں اذان کی اجازت دی۔ قرآن کے مکاتب اور امامت و اذان کی ضرورت کے تحت آدمی تیار کرنے کے لئے ابتدائی مدارس کھولنے کی اجازت دی۔ ان مدارس میں مذہبی اسلامی تعلیم کے ساتھ عصری مضامین بھی لازمی رکھے۔ اس کے اثر سے بتدریج حفظ قرآن اور مذہبی واقفیت کے افراد بھی تھوڑے تھوڑے سماج کا جز بننے لگے۔ دوسری طرف ان کے جدید عصری علوم بھی پڑھنے کی وجہ سے وہ حکومتی اداروں میں بھی پہنچتے تھے۔

چنانچہ پہلا امن پارٹی پھر بیہود پارٹی کے نام سے متحد لیڈروں نے ترکوں کے اس رجحان سے فائدہ اٹھایا اور اس کے ذریعہ اپنے اثرات بڑھانے اور انکشن میں اس کے اثر سے کامیابیاں حاصل کیں بیہود پارٹی کے صدر نجم الدین اربکان نے کچھ مدت

قبل مرکزی حکومت میں نائب وزیر اعظم کا منصب حاصل کیا تھا۔ جو دیگر سیاسی و قومی اسلام مخالف عناصر کے دباؤ پر ختم کر دیا گیا تھا۔ لیکن گذشتہ سال کے بلدیاتی اداروں کے انکشن میں ملک کی اکثر بلدیات میں بیہود پارٹی کے لوگوں کو بھاری اکثریت ملی۔ اور استنبول جیسے بڑے شہر کی کارپوریشن بھی بیہود پارٹی کے قبضہ میں آگئی۔ پھر سال رواں پارلانی منشی انکشن میں ہر دو گھیر پارٹی کے مقابلہ میں بیہود پارٹی کو زیادہ سیٹیں ملیں۔ اور باوجود اسلام مخالف عناصر کی کئی بہتوں کی کوششوں کے کہ بیہود پارٹی حکومت نہ بنائے، پارلانی منشی میں بیہود پارٹی کی پوزیشن سے بیہود پارٹی کے سربراہ نجم الدین اربکان کو وزیر اعظم بننے کا موقع دیا گیا۔ انھوں نے ایک سیکرٹری قومی پارٹی کو ملا کر حکومت بنانی جو تقریباً ڈیڑھ ماہ سے قائم ہے۔ مغربی پریس نے اس صورتحال کو خطرناک قرار دیا اور اپنے خوف کا اظہار کیا کہ کبھی اسلامی ترکی پھر بیدار نہ ہو جائے لیکن بعض سیاست دان اور اخبارات نے یہ بھی لکھا کہ مذہبی جذبات کچھ فطری بھی ہوتے ہیں ان کو سخت سے دبانے سے بے چینی بڑھ سکتی ہے۔ جو اچھے نتائج نہیں پیدا کرے گی، لہذا ان کے ساتھ زبردستی کرنا مفید نہیں ان کی رعایت کرنا ضروری ہے تاکہ عوامی ناگواری اور بے چینی کو گھٹایا جاسکے۔ ملک میں اس تبدیلی نے مذہب مخالف فضا کو بدلا ہے اور جہاں اسلام کا نام لے کر کوئی کام کرنا تقریباً ناقابل عمل تھا وہاں اب اسلام سے وابستگی کے اظہار میں کوئی تکلف نہیں کیا جاتا بلکہ حکومتی اداروں کے ذمہ دار بھی اس میں تکلف محسوس نہیں کر رہے ہیں۔

اور اسی کا اثر تھا کہ رابطہ ادب اسلامی کی طرف سے ایک بڑا سیمینار استنبول میں ۸ تا ۱۰ اگست منعقد کیا گیا جس سے نصف نیکر وہاں کے لوگوں نے کھل کر دلچسپی لی بلکہ سیمینار کے صدر مولانا سید ابوالحسن

علی حسینی ندوی صاحب کو جو زہرہ عالم دین ہیں بلکہ عالمی الی الشہ اور مذہبی شخصیت ہیں استنبول کے کارپوریشن ہال میں کارپوریشن اور حکومت کے ذمہ داروں کے انتظام سے ادب اسلامی کے ایک موضوع پر لکچر دینے کا دعوت دی گئی۔ پھر اس لکچر کو بہت بڑی تعداد میں ترک سامعین نے سنا۔ اور مولانا ہر سیمینار کے دیگر مندوبین کو ایک اعلیٰ مقام پر ڈر دیا گیا۔ بیہود پارٹی کے لئے ایک نئے آغاز کا پتہ دیتی ہے جو اس سال سے قبل کے سالوں میں ترکی میں دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔

دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والا
مٹھاس کی دنیا میں ایک ہی نام
ٹھہرا سو مٹھس
جہاں کی مٹھائیاں ہر دل کو بھاری ہیں
اسپیشل مٹھاشیاں
افلاطون۔ نان خطائیاں۔ ڈرائی فریڈرینی
انجیر برنی۔ اخروٹ برنی۔ ملائی برنی
ملائی میٹکو۔ پانچاپل حلوہ۔ دووھی حلوہ
گلاب جامن نیئر قسم کے لڈو اور
مختلف قسم کی مٹھائیاں
فون نمبر: ۳۰۸۲۴۴۳-۳۰۹۱۳۱۸

ڈاکٹر حسن جلیل شمسی

اسلامی نظام معیشت ہی غریبی دور کر سکتا ہے

اسلامی نظام معیشت یا مالیاتی نظام پر ڈاکٹر منظور عالم کا انٹرویو مایا کے ساتھ

جناب ڈاکٹر منظور عالم اسلامیہ جیکے کہ تبلیغ و تفہیم میسر سرگرم عملے "انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشنل سٹڈیز" کے چیئرمین تھے۔ جن کے مایا کے ساتھ ہونے والے گفتگو کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

مایا:- کیا موجودہ ترقی پذیر دور میں بھی اسلامی بینکنگ کا نظام عمل میں لایا جاسکتا ہے؟
عالم:- امریکہ سے شائع ہونے والے "فائن آفیسر" رسالے میں گذشتہ دو شماروں میں اس کو تقریباً ۱۰۰ صفحوں میں سر فہرست اولیت دی جا رہی ہے کہ جب سے معاشی بد حالی کو دور کرنے کی بہر مورتحال پیدا کی جانے لگا ہے۔ تب سے بجائے کم ہونے کے یورپ اور امریکہ میں روز بروز معاشی بد حالی بڑھتی ہی جا رہی ہے اس کی سب سے بڑی وجہ سودی کاروبار ہے۔ چونکہ اسلامی بینکنگ نظام سود سے خالی ہے اس لئے معاشی بد حالی اور بے روزگاری کو فقط اسلامی معاشی نظام ہی دور کر سکتا ہے۔

مایا:- کیا مغربی ممالک بھی اسلامی بینکنگ نظام کے بارے میں سوچ رہے ہیں؟
عالم:- ہاں! امریکہ اور جرمن میں تمام بینک اسلامی نظام کے مطابق چلانے جا رہے ہیں جیسے "سٹی بینک" اور "ای این جیڈ گریڈ نیئر بینک" نے مغربی ممالک کے یورپ اور امریکہ کی اپنی کئی شاخوں میں "اسلامک ونڈوز" کھولی ہیں جن میں فقط اسلامی طرز عمل پر پورا کام شروع ہو گیا ہے۔ پاکستان اور بنگلادیش میں بھی اس طرح کی کوششیں شروع

ہوئی ہیں۔ لیکن بڑی طرح سے اسلامی بینکنگ نظام پر دنیا کا سب سے بڑا بینک ملیشیا میسٹرسٹریٹ میں کھلا ہے جس کا کاروبار بالعموم بولچاؤ میں ہوتا ہے۔
مایا:- سود کو موجودہ زمانے میں معاشی بد حالی کو ختم کرنے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے لیکن اسلامی بینکنگ نظام سود کا مخالف ہے کیا بغیر سود کے معاشی بد حالی کو دور کرنے میں کامیاب کیا جاسکتا ہے؟
عالم:- دونوں میں معاشیات کو بڑھاوا دینے میں تقریباً مشکل ایک ہی جیسی ہے جیسے موجودہ نظام میں پونجی پیدا کرنے کے لئے سپورٹ لڈو کا استعمال ہوتا ہے مشکل ہی طرح اسلامی نظام میں یہ طریقہ اپنایا جاتا ہے کہ اسلامی نظام میں بھی ہر ایک کو اس کی پونجی کے مطابق اسے فائدہ پہنچتا ہے۔

مایا:- پھر دونوں میں کیا فرق ہے؟
عالم:- دونوں نظام میں صرف اتنا فرق ہے کہ موجودہ بینکنگ نظام میں سود کی وجہ سے پیداوار یا منعت کی قیمت کافی بڑھ جاتی ہے جس کا اثر اس کے خرید و فروخت کی قیمت پر پڑتا ہے اس کے برخلاف اسلامی نظام میں سود کے نہ ہونے کی وجہ سے صنعت کی لاگت کم رہتی ہے اس سے اس کی فروخت بگڑی بہت زیادہ ہو جاتی ہے اس وجہ سے اس میں

کیپٹل جبرشہ زیادہ تیزی سے ہوتا ہے۔
• دنیا میں امریکی اور مغربی کے درمیان طبعی برتری ہی جا رہی ہے اس کی سب سے بڑی وجہ سود ہے (عالم جیک کی مشہور کتاب "پولٹ")
• یورپ اور امریکہ میں بڑھتی ہی روزگاری کو جب تک کم کیا جاسکتا ہے جب سود کی شرح کم سے کم سطح پر لائی جائے۔ (نظران افیسر نیویارک ۱۹۹۰ کا پہلا شمارہ)
• "مکمل روزگار کے حصول کے لئے سود کی شرح کو صفر کرنا ہو گا" ہے۔ اہم کہیں "عالمی شہرت کے ماہر معاشیات)

یہ تین اہم مباحث ہیں جو تین سو سال سے چلے آ رہے تھے بلکہ عالمی معاشی نظام کے خلاف ہیں۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا اس معاشی نظام کا کوئی دوسرا نم البدل ہے دنیا بھر کے معاشیات ماہرین اس کا جواب نفی میں دے گئے۔ مگر ایک نئی کتاب اور اس کے ملنے والے اس کا جواب ہاں میں دیکھتے۔ یہ نئی کتاب ہے قرآن اور اس کے ماننے والے دنیا کی آبادی کے لحاظ سے تقریباً پرانے والے مسلمان۔ اسلام کا ۱۵ سو سال پرانا معاشی نظام سودی لین دین سے پاک ہے اس کو اگر پورے طور سے نافذ کیا جائے تو قرض میں ڈو تھی دنیا کو پھر سے اچھا جاسکتا ہے۔ دنیا کے سارے معاشی ادارے اس بات پر متفق ہیں کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکی اور مغربی کے درمیان جو فاصلہ بڑھا ہے اس کا سبب صرف سود ہے آج تیسری دنیا کے ممالک پر ۵۰ کھرب ڈالر کا قرض ہے دنیا کی ۷۰ فیصد آمدنی صرف سود سے ۱۵ فیصد لوگوں تک ہی محدود ہے دنیا کے سب سے ترقی یافتہ یورپ اور امریکہ جیسے ممالک میں بھی آمدنی کی تقسیم کا تناسب ۱:۱۰۰ کا ہے یعنی ان ممالک کا ایک طبقہ ایسے جس کی آمدنی ملک

اور طبقوں سے ۶۰ گنا زیادہ ہے۔ افریقہ میں
پسماندہ ملکوں کی آمدنی ۱۹۶۰ء سے بچھڑے
جبکہ جرمنی، جنوبی کوریا اور جاپان کا ایک طبقہ
ایسا ہے جس کی آمدنی اس دریاں ۶۰۰۰ فیصد
بڑھ چکی ہے۔ امریکی غریبوں کی یہ گہری غلیج سودی
نظام معاشیات کا نتیجہ ہے۔ دنیا کے واحد سودے
پاک اسلامی نظام معاشیات کا دعو ہے کہ اگر
دنیا اس کو اپنالے تو دنیا قرض سے بچ سکا رہ پکتی
ہے بے روزگاری ختم ہو سکتی ہے اور خوش حالی
آسکتی ہے۔

آخری نظام ہے کیا؟ اس کو سمجھنے کے لئے
ضروری ہے کہ اسلام کو سمجھا جائے کیونکہ اسلام
بیکنگ نظام اسکا ایک جز ہے۔ اسلامی نظام
زندگی کا بنیادی اصول ہے کہ دنیا کے سارے
انسان برابر ہیں اور ہر انسان کو زندگی گزارنے
کے لئے روزی روٹی اور کپڑے کی ضرورت پڑتی
ہے۔ اسی نظر سے کہتے ہیں کہ اسلام نے دولت کو
ایک جگہ اکٹھا کرنے پر روک لگا دی ہے کیونکہ جب
بھی دولت ایک جگہ اکٹھا ہوتی ہے غریبوں کو
ہے اس کے تدارک کے لئے اسلام نے نفل
کا حکم دیا ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کسی کی مرضی پر
نہیں بلکہ ایک فرض ہے جس کا دینا لازمی ہے
اور وہ غریبوں کا حق ہے۔ اسلامی حکومت میں
زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم حکومت کا کام ہے اگر
حکومت اسلامی نہ ہو تو یہ تقسیم چند اصولوں
کے تحت کی جاتی ہے اور یہیں سے اسلام بیکنگ
یا اسلامی نظام معاشیات کی شکل سامنے آتی ہے۔
اگر کسی شخص کے پاس میلیٹ ہے لیکن
اس کے پاس ذریعہ معاش کے لئے پونجی نہیں
ہے تو موجودہ بیکنگ نظام کے تحت اس شخص
کو روزگار دینے کے لئے ایک رقم بطور قرض
دے کر معینہ مدت کے مطابق مع سود کے واپس

لیتی ہے، اسلامی نظام کے تحت بھی ایسے برہان
لوگوں کو قرض دیا جاتا ہے لیکن اگر قرض لینے والے
شخص کو فائدہ کے بجائے کسی وجہ سے نقصان
ہو گیا۔ تو اسلامی غیر سودی بینک خود بھی اس کے
نقصان میں شریک ہوتا ہے جو موجودہ نظام کی طرح
صاحب قرض پر چیز قرض کی ادائیگی کا بوجھ
نہیں ڈالت بلکہ وہ تسلیم کرتا ہے کہ صرف اس کی پونجی
کا ہی نقصان نہیں ہوا بلکہ صاحب قرض کی طاقت
و قوت اور اس کی توانائی کا بھی نقصان ہوا ہے۔
لیکن فرصت اور بہتوں کا غلط استعمال نہ ہوا
کے لئے ایک خفیہ نگرانی کیٹی ہو تی ہے۔ یہاں
تک تو ٹیک ہے لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ
اس موجودہ نظام سے کیسے بہتر ہے اسلامی نظام
معیشت؟ یہ دو طرح سے بہتر ہے خوش حالی لانے
کا سب سے ٹھوس ذریعہ ہے زیادہ سے زیادہ
پیداوار اور اس کی اس رخا سے بچت۔
کسی پیداوار کی بچت بھی زیادہ سے
زیادہ ہو پاتی ہے جب اس کی فروخت کی قیمت کم
ہو اور فروخت کی قیمت بھی کم ہو سکتی ہے جب
اس کی لاگت کم آئے اور لاگت بھی کم ہو سکتی ہے
جب کہ صنعت کار کو پونجی پر قرض نہ دینا پڑے۔
اسلامی نظام معیشت کے ذریعہ حاصل شدہ
پونجی سے صنعت کی قیمتیں ۴۰ سے بڑھ سکتی ہیں
ہیں کیونکہ صاحب کو اس میں کوئی سود نہیں دینا
پڑتا اور یہی اشیاء کی قیمت میں بہت زیادہ
اضافہ کرنا پڑتا ہے اس طرح صنعت کی قیمتوں
میں کافی کمی ہو جاتی ہے اور مال کے سستا ہونے
کی وجہ سے اس کی اشیاء بہت جلد فروخت ہو جاتی
ہیں اس لئے اصل رقم کا زیادہ سے زیادہ استعمال
ہوتا ہے۔ اب چونکہ صاحب اس پونجی کو اپنے
پاس اکٹھا نہیں کر سکتا کیونکہ اگر وہ ایسا کرتا ہے
تو اسے اس پر بڑے بڑے زکوٰۃ دینا پڑے گا۔ اس

طرح پر پونجی ہر سال کم ہوتی جائے گی اس لئے
بیدار کرنے والے کو اپنا پونجی کو اپنے سے الگ کرنا
ہی پڑتا ہے جس سے روزگاروں کے مواقع بڑھیں
گے اور خوشحالی آئے گی۔

دعا عن مغفرت

● ماہنامہ "رضوان" کے سنیئر مولوی محمد الدین ندوی کے
والد محکم عبدالعزیز صاحب، ۲۴ اگست ۱۹۹۶ء کو اپنے
آبائی وطن حجرہ شریف لڑا، الہ آباد میں انتقال ہو گیا۔
مرحوم نے ۵۵ سال تک علاقہ کی عید گاہ میں امامت
کے فرائض انجام دیئے۔

● جناب مولانا فضل احمد مظاہری (احمد آباد)
۱۶ ستمبر ۱۹۹۶ء کو رحلت فرما گئے۔

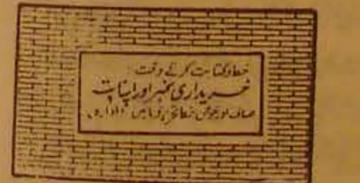
● مدرس مفتاح العلوم (کوہ پراگڈاں) کے بانی و ناظم
مولانا منیر احمد صاحب کا حرکت قلب بند ہو جانے سے
۲۱ اگست ۱۹۹۶ء کو انتقال ہو گیا۔

● تعمیر حیات کے قاری جناب اسد اللہ صاحب کا
۱۶ ستمبر ۱۹۹۶ء کو پندرہ روز میں انتقال ہو گیا۔

● تعمیر حیات کے قاری الحاج تید محمد عباس صاحب
(بیگوسرائے) کا طویل علالت کے بعد ۶ ستمبر ۱۹۹۶ء کو
انتقال ہو گیا۔

● ندوۃ العلماء کے طالب علم ابو الفضل عبدالرشید کے برادر
حافظ محمد نامہ کا ۱۶ ستمبر ۱۹۹۶ء کو انتقال ہو گیا۔

﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ﴾
اللہ تعالیٰ سبھی مرحومین کو جنت الفردوس میں
جگہ دے۔
تاریخ تعمیر حیات سے دعا ہے کہ مغفرت کی درخواست ہے۔



ترکی میں اسلامی بیداری

مرمرہ یونیورسٹی کے استاذ، حمادی ارسلان سے ایک ملاقات

مولانا سید واضح رشید ندوی
ترجمہ: مطیع الرحمن عوف ندوی

ترکی میں منعقدہ رابطہ ادب اسلامی کی
حالیہ کانفرنس میں رابطہ کے اراکین کو کانفرنس میں
شرکت کے ساتھ ساتھ وہاں کے بعض اہم اساتذہ
دانشوروں، دعوت اسلامی کی راہ میں سرگرم عمل
افراد نیز رفاه پارٹی سے ملاقات کا موقع ملا،
جن میں ایک نمایاں شخصیت استاذ حمادی
ارسلان کی ہے جو مرمرہ یونیورسٹی
میں عربی ادب کے شعبہ میں استاذ ہیں
عربی زبان و ادب میں خاصی مہارت رکھتے ہیں اور
کانفرنسوں میں اور دیگر ملاقاتوں میں عربی سے ترکی اور
ترکی سے عربی زبان میں ترجمہ کا فریضہ انجام دیتے
ہیں۔ گذشتہ سفر کے موقع پر ان سے تعارف ہوا
تھا جب انھوں نے حضرت مولانا کی ایک تقریر کا
ترجمہ کیا۔ اس دفعہ ان سے زیادہ ملاقات اور گفتگو کا
موقع ملا اور ان کی واقفیت کا اندازہ ہوا اور معلوم
ہوا کہ وہ ترکی کے موجودہ حالات اس کے ماضی
کی تاریخ سے بہت ہی خوب واقف ہیں اور وہ
مختلف طبقے کے لوگوں سے تعلق بھی رکھتے ہیں۔
خاص طور سے موجودہ سیاسی قیادت کے
رجحانات سے خوب واقف ہیں۔ انھوں نے
ترکی کے موجودہ رجحانات اور زندگی پر اس کے
اثرات اور ترکی کو درپیش مسائل و خطرات

اذان کو عربی زبان سے ترکی زبان میں منتقل
کر دیا گیا اور لوگوں کو نماز اور دیگر اسلامی
اذکان کے لیے عربی کے بجائے ترکی زبان میں
ادائیگی پر مجبور کیا گیا اس کی خلاف ورزی
کرنے والے کو سخت سزا دی گئی۔

مصطفیٰ کمال کے بعد عصمت انولونے
اس کی جانشینی کی اور وہ بھی اپنے سلف کے
نقش قدم پر چلا بلکہ اس سے بھی دو قدم آگے
اس کے زمانے میں اسلام پسندوں پر بہت
زیادہ ظلم و جور ہوا۔ انہی جاہلانہ
توانین نے مسلمانوں کو پریشانی اور زبوں حالی
میں مبتلا کر دیا تھا اور حکومت کے خلاف بغاوت
کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے ۱۹۷۹ء میں عصمت
کی حکومت سیاسی انتشار کا شکار ہوئی۔ اور
برسر اقتدار جمہوریت پارٹی سے عدنان مندلس
اور اس کے ساتھی جدا ہو گئے اور انھوں نے ایک
"ڈیموکریٹک پارٹی" کے نام سے بنائی جسے
کے اگلشن میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ اور
حالات کے پیش نظر عصمت انولونو کو مجبوراً حکومت
سے دستبردار ہونا پڑا۔

۱۹۷۳ء میں ترکی میں خلافت اسلامیہ
کے زوال اور جمہوریت کے اعلان کے بعد
نظام تعلیم یکسر تبدیل کر دیا گیا اور مصطفیٰ کمال
نے "مت الونو حیدر رسالات" کے نام سے
ایک نیفا نون نافذ کیا، تمام دینی مدارس
بند کر دیئے گئے اور رفتہ رفتہ نصاب تعلیم سے
اسلامی علوم کو خارج کر دیا گیا، عربی
رسم الخط جسے ترک ایک ہزار سال سے زائد
عصر سے استعمال کرتے چلے آ رہے تھے اور اس
میں ابھی بڑی دسترس حاصل تھی ۱۹۷۸ء
میں ختم کر دیا گیا، تیز وزارت اوقاف
اسلامیہ کو بھی بند کر دیا گیا نئے قوانین
کا نفاذ ہوا۔ اور فیصلے کیے گئے جن کی رو سے
عثمانی لباس کو یورپی لباس سے تبدیل کر دیا گیا

۲۴ مئی ۱۹۵۷ء میں پہلی فوجی بغاوت ہوئی، عدنان مندریس کو سزا کے موت دے دی گئی اور ان کے وزیر اعلیٰ کے الزام لگا گیا کہ وہ اسلامی خلافت اور قرون وسطیٰ مظلوم کی بازیابی کی کوشش کر رہے تھے وہ کمال اتاترک کی اصلاحات پر لبانی پھیرنا چاہتے تھے نیز وہ ترکی کو یورپ کے بجائے ایک عرب ملک بنانے کی فکر میں تھے رفتہ رفتہ ۱۹۵۷ء سے لے کر ۱۹۵۹ء تک ان مدارس کی تعداد بیشتر ہو گئی اور اسلئے رفاہ پارٹی کے صدر ڈاکٹر نجم الدین اربکان نے جمہوریت پارٹی کے ساتھ حکومتی معاہدہ کر کے ملی جمعی حکومت بنائی ہے۔ ڈاکٹر اربکان نے مدارس کے قیام پر زیادہ زور دیا اور ترکی میں اس کی تعداد ۳۵۸ کرنے کو کہا ہے۔

۱۹۵۸ء میں جنرل کنعان افرین کی سرکردگی میں فوجی بغاوت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے ان مدارس کی حفاظت کی اور اس دوران میں ان مدارس کی سرگرمیاں محفل نہیں ہوتیں ایسا محض ترکی کے اندر حکومت اور اعلیٰ عہدوں پر فائز افراد پر مسلمانوں کے دباؤ کی وجہ سے ہوا۔ اس وقت ائمہ اور خطباء کے مدارس کی تعداد نو سو ہے اور ان میں تعلیم پانے والوں کی تعداد سات لاکھ ہے اور اب تک وہاں کے

محفوظ رہ سکیں اور نشیات اور بڑے فوجیوں سے اختلاط سے بچ سکیں۔ یہی وہ خاص وجوہات ہیں جنہوں نے اصحاب خیر کو ان دینی اداروں کی تیزی سے بڑی تعداد میں تعمیر پر مجبور کر دیا۔ سابقہ حکومتوں اور میڈیا کی سیکولر طاقتوں نے نہ جانے کتنی بار ان مدارس کو بند کرنے یا ان کے کم کرنے کی کوشش کی اس کے ساتھ کہ ان کا اصل مقصد مساجد کی ضرورتوں کے مد نظر ائمہ و مؤذن تیار کرنا ہے۔ اس لیے ان کی تعداد میں اضافہ سیکولر ترکی میں قانون اور نظام میں دشوار کن ہو گا۔ اور زیادتی کے نتیجے میں وہاں کے فارغین مختلف کالجوں میں داخل ہوں گے جو دینی مدارس کے رنگ ڈھنگ پر نہیں ہیں۔

تعمیرتاً وہاں کے فضلاء کی بڑی تعداد انجینئرنگ، کالج، طب، تجارت، سیاست، اور دیگر کالجوں میں داخل ہوتی تو یہ لوگ اب ڈاکٹر، انجینئر اور نارمیسٹ، وزراء، اور عدالتوں میں منصف بن گئے۔ ایک معمولی اندازہ کے مطابق ترکی پارلیمنٹ کے حالیہ ممبران میں ۱۳۷ ایسے ممبران ہیں جو ائمہ اور خطباء کے مدرسوں سے فراغت کے بعد دوسرے کالجوں کے تعلیم یافتہ ہیں (کل ممبرانے پارلیمنٹ ۵۵۰ ہیں)

ادھر چند سالوں میں حکومتوں کی انگریزی زبان سے دلچسپی کو دیکھتے ہوئے اور علاقائی اور سرکاری انگلش میڈیم اسکولوں کی اجازت کے بنا پر بعض ائمہ اور خطباء کے مدارس کا نام تبدیل کر کے ان کا نام مدارس الاناضول لائٹ اور خطباء، ہو گیا ہے جن میں دیگر علوم کے علاوہ انگریزی اور جرمن زبان میں تعلیم دی جاتی ہے لیکن ہم اسے ترکی کے مستقبل پر ایک عظیم خطہ تصور کرتے ہیں اس لیے کہ غیر ملکی زبان میں تعلیم ترکی کو کوئی خیر نہیں دے

فارغین کی تعداد تقریباً ۵ لاکھ ہے۔ ۱۹۸۵ء کے بعد اعلیٰ اسلامی علوم کی درس گاہوں کا نام کالج لائٹ لائٹ رکھ دیا گیا اور ان کی موجودہ تعداد ۲۵ ہے۔ ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی یونیورسٹی سے ملحق ہے۔ میعاد و نصاب تعلیم کے حساب سے ائمہ اور خطباء کے مدارس میں ابتدائی پانچ سالہ تعلیم کے بعد مدت تسلیم سات سال ہے اور وہاں دینی اصول و مبادی مثلاً قرآن کریم عربی زبان و ادب، فقہ و حدیث، تفسیر اور سیرت خطابت اور تاریخ اسلامی کے ساتھ ساتھ دیگر علوم مثلاً ریاضی، فزکس، کیمیا، جغرافیہ، اور ترکی ادب کی بھی تعلیم ہوتی ہے۔

کلیتاً لائٹ لائٹ میں ترکی کی سطح پر عام ٹسٹ کے ذریعہ طلباء کا داخلہ لیا جاتا ہے۔ وہاں مدت تعلیم پانچ سال ہے پہلا سال نئے طلباء کے لیے عربی زبان کی تعلیم کے لیے خاص ہے اس کے بعد اور تاریخ اور انصاف پارٹی کے دور حکومت میں ۹ سو سے تین ہزار تک تعداد پہنچ گئی۔

الہیات کا جز میں اعلیٰ علوم کی تعلیم علم کلام، فقہ، تفسیر، حدیث، تاریخ اسلامی، تربیت فلسفہ اور سماجی علوم نیز ترکی اور عربی ادب پر مشتمل ہوتی ہے لیکن تعلیم کا منہج خاص ترکی زبان ہے۔ اس کے علاوہ عربی زبان اور دیگر مراجع و مصادر کا استعمال کیا جاتا ہے۔ حالیہ سالوں میں دینی مدارس میں طالبات کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے اور خاندان کے افراد محض حفاظت کے پیش نظر اپنی لڑکیوں کو ان مدارس میں بھیجنے لگے ہیں تاکہ وہ اخلاقی طور پر

سکتی اسلئے بڑا وقت آنے سے قبل اس کا تدابیر ضروری ہے۔ اس مسئلے کی ترکی میں شرعی عدالتوں کا نظام ہے اور کیا خاندانی مسائل میں شرعی فیصلے صادر ہوتے ہیں؟

مصطفیٰ کمال نے ملک کے اندر زندگی کا کوئی ایسا گہرا مشہ نہیں چھوڑا جس کو انھوں نے فائدہ نہ دیا ہو اور جس کے ساتھ کھلو اور کیا ہو اور اسے تباہ و برباد نہ کیا ہو۔ مغربی قوانین کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا گیا اور کمال اندر اسلئے تمام اسلامی قوانین کا خاتمہ کر دیا

مصطفیٰ کمال بذات خود نشر خور تھا وہ ترکی شراب (راکی) پیتا تھا اس کے نتیجے میں وہ بیمار ہوا اور سرور مرض میں مبتلا ہوا۔ انجام کار وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے نام لہوا اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ مصطفیٰ کمال جدید طرز کا آدمی تھا۔ وہ مغربی کلچر کو پسند کرتا تھا۔

اس مسئلے عالی جنگ سے قبل ترکی مغربیت میں داخل ہو گیا تھا اور کیا ترکی نے تعلیم اور اقتصاد میں اس سے کچھ فائدہ اٹھایا اور کہا اس کا سماجی معیار بلند ہوا؟

مصطفیٰ کمال اور اس کے حاشیہ بڑاروں کی سب سستگین غلطی یہ تھی کہ انھوں نے عربی رسم الخط کو ختم کر دیا۔ مسلمان ترک باشندے اس سے ایک ہزار سال تعلق رکھتے تھے اس کے بعد خلافت

ختم ہو گئی۔ ماضی اور ان کے علمی اور ثقافتی ورثہ سے ترکوں کا تعلق ختم کر دیا اور انھوں نے عہد عثمانی کی ہر چیز سے عداوت و نفرت کا برتاؤ کیا اور نئی نسل کو اپنے پڑھوں کا دشمن بنا دیا جس کے نتیجے میں مغربی کا جذبہ ان کے اندر سرور پڑ گیا۔ اور انھوں نے ایسے لوگوں کا نقاب کیا جنھوں نے حکومت، عہدوں اور ذرائع پر قبضہ کر لیا اور اسلام دشمن سیکولر طبقہ مغلوب مسلمانوں کی غالب اکثریت کی حمایت سے حاکم ہو گیا جو اپنی کثرت کے باوجود عدنان مندیس کے زمانے تک صابر و سست رہا، بعد میں دونوں کے درمیان کشمکش شروع ہو گئی۔ انجام کار آج کا اسلام دشمن فرقیہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ترکی نے سیکولرزم کے دور میں بے پناہ ترقی کی اور بڑی کامیابی حاصل کی وہ ایک مغربی تبدیلی تھی جس کے نتیجے میں اس وقت تک وہ دوسروں سے تصادم کا نتیجہ تھا

ترکی کے خاندانوں اور عام لوگوں کے اندر اپنی خاص وضع کی بنا پر یورپی دباؤ نے تیزی سے سرایت نہیں کیا، لیکن ٹیلی ویژن کی ایجاد نے تیزی سے حالات بدل دیے اور فساد و بگاڑ تیزی سرعت کے ساتھ پھیل گیا۔ تعلیمی معیار بلند نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ مالدار گھرانے اپنی اولاد کو سرکاری اداروں میں نہیں بھیجتے بلکہ وہ خانہ داروں یا بیرون ملک بھیج

تقوٰن کے قدیم مشہور معارف و کارخانے سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شہنامہ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کبوترہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو بول سیبل ریٹ پر ملتے ہیں۔ ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔

محمد سلیم محمد یاسین ناچران عطر

ایکسپورٹرائزڈ ایمپورٹرز - تقوٰن بیوی - آئیڈیل پرفیوم سیلز (پرائیوٹ لمیٹڈ) تقوٰن

عمر کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز
حریمین
آرڈر کاٹھ
میلے کاٹھ
کتبہ طہریں بیکر کرائی، ڈاکٹری، اینڈ اسٹوڈیو اینڈ بلڈ کھنڈو
PHI 217954

تقوٰن کے قدیم مشہور معارف و کارخانے سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شہنامہ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کبوترہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو بول سیبل ریٹ پر ملتے ہیں۔ ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔

محمد سلیم محمد یاسین ناچران عطر
ایکسپورٹرائزڈ ایمپورٹرز - تقوٰن بیوی - آئیڈیل پرفیوم سیلز (پرائیوٹ لمیٹڈ) تقوٰن

دیتے ہیں اور جہاں تک افلاس کا تعلق ہے تو مریوں کرنے والے معاشی اعتبار سے سخت تنگی سے دوچار ہیں مثلاً پرائمری کا استاذ اٹھارہ ملین ترکی لیر (TL) تنخواہ پاتا ہے، دینی دوسو ڈال اور وہ سو ڈال لیر لے اور اگر نلے نیز اس پر اولاد اور خاندان کی دیگر ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ ایک گیس سلنڈر آٹھ ہزار ترکی لیر کا ملتا ہے اس پر قیاس کرتے ہوئے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک ڈالر جو مشطہ ۱۹۹۸ میں ۴۳ ترکی لیر کے برابر تھا۔ آج وہ پچاس ہزار ترکی لیر کے برابر ہے اس کے ساتھ مزدوروں اور سرورس پیشہ کاران میں کو ۲۳ ملین ترکی لیر تنخواہ ملتی ہے جس کی بنا پر لیس کی مادی حالت اسے دیگر کاموں پر مجبور کرتی ہے۔ (باقی آئندہ)

عالم اسلام

جنوبی افریقہ کا ایک دعوتی سفر

جناب مولانا ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی مدرسہ شعبہ اسلامک سٹڈیز پیرس ٹریننگ کالج حائل السعودیہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ) اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ (سورہ حجرات السجدہ - ۳۳)

اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم رہا کہ اس نے ایک مبارک وفد کے ساتھ جنوبی افریقہ کے دعوتی سفر کی سعادت نصیب فرمائی۔ اس وفد کا انتظام ندوۃ الشباب العالمی (WORLD) نے کیا اور یہ وفد ان افراد پر مشتمل تھا۔

۱۔ ڈاکٹر عبدالحمن ضویع اسٹنٹ پروفیسر ملک سعود یونیورسٹی ریاض (امیر وند)

۲۔ ڈاکٹر عبدالرحمن اسماعیلی پروفیسر امام محمد ابن سعود یونیورسٹی ریاض (ایجوکیشن میں امریکہ سے ڈاکٹریٹ)

۳۔ ڈاکٹر عبدالرشاد المنجلی پروفیسر محمد ابن سعود یونیورسٹی ریاض (امریکہ سے ماسٹریٹ فوٹو Feomawu)

۴۔ ڈاکٹر جہدی رزق اللہ پروفیسر ملک سعود یونیورسٹی ریاض۔

۵۔ پروفیسر عبدالرحمن تھامی اسٹاڈنٹ اگریگریٹریٹ ملک سعود یونیورسٹی ریاض۔

۶۔ راقم سطور ڈاکٹر محمد لقمان الاعظمی ندوی میڈ آف ڈیپارٹمنٹ اسلامیات یونیورسٹی ٹریننگ کالج حائل السعودیہ۔ مختلف مضامین کے ماہرین پر مشتمل اور دعوتی جذبہ سے سرشار یہ وفد جنوبی افریقہ کے مشہور سیاحتی مرکز کیپ ٹاؤن ۲۲ جولائی ۱۹۹۶ء کو پہنچا وہاں اس وفد کا بڑی گرم جوشی اور بردارانہ محبت کے ساتھ سرکاری انداز سے استقبال ہوا۔ کیپ ٹاؤن میں اس وفد نے ایک ٹریننگ کیپیٹ کا انتظام کیا، کیپ ٹاؤن میں قیام کے دوران صبح میں وفد کے ارکان اسکولوں اور کالوں سے وابستہ نمایاں شخصیات سے ملاقات کرتے اور اسلام کی خوبیوں پر مختلف انداز سے گفتگو ہوتی اور وہ پھر لوڈ ڈھائی بجے سے پانچ بجے تک ہائی اسکول کے طلبہ کے سامنے اور شام کو ساڑھے بجے سے ساڑھے نو بجے رات تک بی اے کے طلبہ اور بڑی عمر کے لوگوں کے سامنے توحید، سیرت، حدیث، اصول فقہ وغیرہ مضامین پر درس کا سلسلہ چلتا تھا۔

جنوبی افریقہ نیا نیا آزاد ہوا ہے زندگی کے ہر شعبہ میں تیز رفتار ترقی ہو رہی ہے اور یہاں کے مسلمانوں میں دین کی رغبت، عربی زبان سیکھنے کا شوق اور زیارت حرمین شریفین کی تمنا بے انتہا پائی جاتی ہے۔ ان لوگوں میں زندگی

کیپ ٹاؤن میں دعوتی سرگرمیوں سے بھرپور دس دن گزارنے کے بعد ہمارا قافلہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے زیر سایہ پورٹ الزبتھ پہنچا۔ ایرپورٹ پر بڑی گرم جوشی کے ساتھ

کے ہر گوشہ میں اسلامی تعلیمات پر خوش اسلوبی کے ساتھ عمل پیرا ہونے اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا بے پناہ جذبہ پایا جاتا ہے۔ وفد کے ارکان نے دس دن کی مدت میں اکابرین شہر انکر مساجد اور اسلامی اسکولوں کے ذمہ داروں سے اچھے روابط پیدا کیے جن میں قابل ذکر جناب ٹاؤن ہیں جو اسلامیات میں ایم اے ہیں۔ اور انھوں نے اپنا سینٹر وفد کے لیے وقف کر دیا تھا اور دس دن تک برابر ہمارے ساتھ رہے اسی طرح وہاں کی قابل ذکر شخصیت جناب عبداللہ عمر کی ہے۔ موصوف وزیر انصاف کے عہدہ پر فائز ہیں۔ وفد نے دیر تک ان سے ملاقات کی اور جنوبی افریقہ میں اسلام کو خدمت پر تفصیلی گفتگو ہوتی انھوں نے ہر طرح کے تعاون کا وعدہ کیا، کیپ ٹاؤن کے معززین سے ملاقاتوں اور مشوروں کے بعد مندرجہ ذیل تجاویز پر اتفاق ہوا۔

۱۔ وہاں کے اصل باشندے جنہیں متصفین دیکھنا ہمارے نام سے یاد کیا جاتا ہے ان کے لیے مختلف جگہوں پر دعوتی اور تربیتی مراکز کا قیام اور انھیں اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے مادی اور منوی وسائل کی فراہمی۔

۲۔ عربی زبان کی تعلیم کے لیے مراکز اور مدارس کا انتظام۔

۳۔ ایک ایسی اسلامی یونیورسٹی کا قیام جہاں ہائی اسکول کے بعد طلبہ اسلامیات میں بی اے اور ایم اے کر سکیں۔

۴۔ ایک ایسی اسلامی یونیورسٹی کا قیام جہاں ہائی اسکول کے بعد طلبہ اسلامیات میں بی اے اور ایم اے کر سکیں۔

۵۔ ایک ایسی اسلامی یونیورسٹی کا قیام جہاں ہائی اسکول کے بعد طلبہ اسلامیات میں بی اے اور ایم اے کر سکیں۔

استقبال ہوا۔ وہاں کے لوگوں نے بڑی محبت اپنائیت اور تعلق خاطر کا اظہار کیا۔ اور بڑی مہمان نوازی کا ثبوت دیا۔ پورٹ الزبتھ میں وفد کا قیام ایک ہفتہ رہا یہاں کی مشہور مسجد مسجد لوقوی میں دعوتی کیپیٹنگ کیا گیا۔ سید کے امام جناب شامل صاحب مینہ المنورہ کے تعلیم یافتہ بہت کشادہ دل اور اسلام کے ہر گوشہ میں انھوں نے ہمارے ساتھ بڑا تعاون کیا اس مسجد میں جامعہ ازھرا کا ایک مدرسہ قائم ہے، بیچ کو ہم طلبہ سے خطاب کرتے اور شام کو بڑی تعداد میں لوگ مسجد میں اکٹھا ہوتے اور ان کے سامنے دعوتی تقریریں کی جاتیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے وہاں اس وفد کو اصلی افریقی باشندوں کے محلہ میں ایک اسلامی مرکز کے افتتاح کی سعادت نصیب ہوئی۔ وفد نے کتابوں اور کیٹیٹوں کا یہ یہ اس مرکز کے لیے دیا۔ وہاں ایک اور قابل ذکر کام ہوا کہ تمام علماء اور انکر مساجد کو رات کے کھانے پر ایک دن اکٹھا کیا گیا یہ محفل بڑی مبارک ثابت ہوئی اور ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کا نام "رابطۃ ائمتہ المسلمین و العلماء" رکھا گیا۔ اس کے ذمہ داروں کا انتخاب کیا گیا اور یہ طے ہوا کہ ہر ماہ ان کی نشست ہوگی اور اس پر غور کیا جائے گا کہ کس طرح مسلمانوں کے اندر زیادہ سے زیادہ دعوتی جذبہ پیدا کیا جائے۔ اور آپسی معاملات کو سلجھایا جائے اور غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کیا جائے۔

۱۔ ایک ہفتہ پورٹ الزبتھ میں قیام کے بعد ہمارا وفد جو ہانس برگ کے لیے روانہ ہوا وہاں چند گھنٹہ تک کے بعد ہم لوگ پریٹوریا (PRITORIA) پہنچے وہاں پہلے ہی سے کیپیٹ کا انتظام مرتب تھا، بچا بچہ بچہ کے بعد ہمارے درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کے

۲۔ ایک ہفتہ پورٹ الزبتھ میں قیام کے بعد ہمارا وفد جو ہانس برگ کے لیے روانہ ہوا وہاں چند گھنٹہ تک کے بعد ہم لوگ پریٹوریا (PRITORIA) پہنچے وہاں پہلے ہی سے کیپیٹ کا انتظام مرتب تھا، بچا بچہ بچہ کے بعد ہمارے درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کے

۳۔ ایک ہفتہ پورٹ الزبتھ میں قیام کے بعد ہمارا وفد جو ہانس برگ کے لیے روانہ ہوا وہاں چند گھنٹہ تک کے بعد ہم لوگ پریٹوریا (PRITORIA) پہنچے وہاں پہلے ہی سے کیپیٹ کا انتظام مرتب تھا، بچا بچہ بچہ کے بعد ہمارے درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کے

۴۔ ایک ہفتہ پورٹ الزبتھ میں قیام کے بعد ہمارا وفد جو ہانس برگ کے لیے روانہ ہوا وہاں چند گھنٹہ تک کے بعد ہم لوگ پریٹوریا (PRITORIA) پہنچے وہاں پہلے ہی سے کیپیٹ کا انتظام مرتب تھا، بچا بچہ بچہ کے بعد ہمارے درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کے

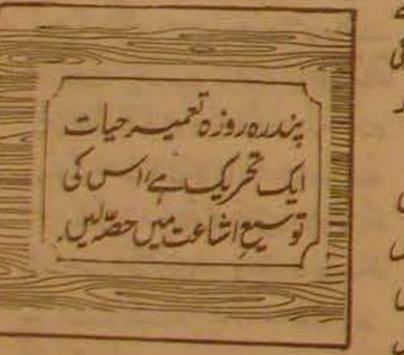
۵۔ ایک ہفتہ پورٹ الزبتھ میں قیام کے بعد ہمارا وفد جو ہانس برگ کے لیے روانہ ہوا وہاں چند گھنٹہ تک کے بعد ہم لوگ پریٹوریا (PRITORIA) پہنچے وہاں پہلے ہی سے کیپیٹ کا انتظام مرتب تھا، بچا بچہ بچہ کے بعد ہمارے درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کے

مبارک کام میں ہم لوگ مشغول ہو گئے، چونکہ ہم نے یہ دیکھا کہ یہاں مسلمان خوشحال ہیں اور ان کے پاس وسائل بہت ہیں اس لیے ہمارے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہاں کے لوگوں کو ایک اسلامی کالج قائم کرنے پر آمادہ کیا جائے چنانچہ اس سلسلے میں ہم نے صاحب جہتیت مسلمانوں سے گفتگو کی اور انھوں نے آمادگی کا اظہار کیا اتفاق سے وہاں ایک خوبصورت اور تعلیمی مسائل سے آراستہ کالج فروخت ہو رہا ہے۔ وہاں کے مسلمانوں کی دل تمنا ہے کہ یہ کالج لے لیا جائے اور اپنے خرچ پر چلا یا جائے تاکہ پورے ملک کے مسلمانوں کے لیے باعث رحمت ہو۔ اللہ سے دہلیے کہ ان کی یہ پر خلوص تمنا پوری ہو اور اس کی تکمیل کی صورت پیدا ہو۔

جنوبی افریقہ کے بارے میں چند اہم معلوماً دنیا کے نقشہ میں یہ ملک براعظم افریقہ کے آخری جنوبی کنارے پر واقع ہے اس کا رقبہ تقریباً ۲۲ لاکھ مربع کلومیٹر ہے اور آبادی تقریباً ساڑھے چار کروڑ ہے مسلمانوں کا تناسب دس فیصد ہے، یہاں کی آب و ہوا بڑی صاف ستھری اور صحت بخش ہے اور یہ ملک سٹیٹو کی دلچسپی کا اہم مرکز ہے یہاں کے مشہور شہروں میں کیپ ٹاؤن پریٹوریا (PRITORIA) اور جوہانس برگ قابل ذکر ہیں شہروں میں وسائل ترقی یورپ کے بڑے شہروں کی مانند ہیں۔ ابلدغ کے پروگرام انتہائی ترقی یافتہ ہیں۔

جنوبی افریقہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے چند ہی سال قبل یہاں خانہ جنگی کا خاتمہ ہوا ہے اور آزاد حکومت کا قیام عمل میں آیا ہے۔ ہندوستانی مسلمان یہاں بہت خوشحال ہیں اہم سرکاری عہدوں پر فائز ہیں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان کے اندر دینی جذبہ اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی تڑپ بہت زیادہ پائی جاتی ہے اللہ کے راستہ میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ اور دعوتی و تبلیغی کاموں سے بڑی دلچسپی رکھتے ہیں تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے مسلمان اہم محکموں سے وابستہ رہے اور ذرائع ابلاغ میں بھی ان کی اچھی خاصی نمائندگی ہے اس کی وجہ سے وفد کے ارکان کو ریڈیو پر بار بار بولنے کا موقع فراہم ہوا۔

کیپ ٹاؤن اور جوہانس برگ میں کچھ ندوی حضرات سے بھی ملاقات ہوئی جہاں جناب علی آدم ندوی صاحب جو مولانا علی میاں صاحب کے خاص شاگرد ہیں ایک اچھا اسکول



اجودھیا کا المیہ

ترجمہ: شارق علوی

مشرقاہوگوڈ بولے ۱۹۹۱ء سے مارچ ۱۹۹۳ء تک حکومت ہند کے حکمرانوں کے سرکاری کے اہم عہدے پر فائز رہے بابر علی مسجد کی شہادت اور اس سے قبل پورے ملک میں فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے لگی اور دسمبر ۱۹۹۲ء اور جنوری ۱۹۹۳ء میں ملک میں فسادات کی جو آگ بھڑکی اس سلسلے میں حکومت ہند کی تساہلی اور بے عملی کے الزامات مشرقی اہوگوڈ بولے کے سران کے سیاسی آتاؤں نے مندرجہ ذیل کو پیش کی جس سے بدول ہو کر انھوں نے ملازمت سے قبل از وقت سبکدوشی حاصل کر لی۔ اور اپنی تازہ شائع ہوتی کتاب "انفٹنڈ انٹنگس" کے ایک باب میں انھوں نے جوڑھیا المیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اس وقت کے وزیر اعظم مشر نرسمہا راؤ پر سبکدوشی کی شہادت اور اس کے بعد ملک میں برپا کیٹرفہ فساد جس میں ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا اس کی ذمہ داری عائد کی ہے۔

مشرقاہوگوڈ بولے کی اس انگریزی کتاب سے "اجودھیا المیہ" کا باب اردو واں حضرات کے حلقہ کے لیے پیش ہے (ادارہ)

اجودھیا نہا بھارت کی شروعات تقریباً ۳۵ سال قبل ۲۳ دسمبر ۱۹۵۷ء کی درمیانی شب سے ہوتی ہے جب بابر علی مسجد میں رام لالا کی مورتیاں گپ چپ طریقے سے نصب کر دی گئیں۔ اس شرارت کو اس وقت مورتیوں کو وہاں سے ہٹا کر ختم کیا جاسکتا تھا لیکن مقامی انتظامیہ کی تساہلی اور اکثریت سے فرقہ کے احساسات کا لحاظ اور مروت نے اس مسئلہ کو نہ صرف قومی بلکہ بین الاقوامی مسئلہ کی وسعت عطا کر دی اور یہ ایک واحد مسئلہ ہے جس نے ملک کو فرقہ وارانہ خطوط پر تقسیم کر دیا ہے۔

سردار دتتہ بھائی پٹیل جو ہندو شدت پسندی کی حیثیت سے مشہور ہیں اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ گووند بلہ بھنت کو اپنے ۹ جنوری ۱۹۵۷ء کے مکتوب میں رقمطراز ہیں "اس طرح کے مسائل قوت سے حل نہیں کیے جاسکتے اس لیے امن و قانون کی مشنری کو ہر قیمت پر امن قائم رکھنا چاہئے۔ اس کے لیے صلح پسندی اور خوشامدانی رویت اپنانا چاہئے جس سے کہ یکطرفہ اٹھانے کے قدم اور حملے یا دباؤ کے حمایت کا شائبہ بھی نہ ہونے پائے۔

وزیر داخلہ پٹیل کو گووند بلہ بھنت نے ۱۳ جنوری ۱۹۵۷ء کو جو جواب ارسال کیا

وہ نوکرت ہی کی زبان کا ایک عدم مثال ٹاپکار کہا جاسکتا ہے جس میں اگلے ۴۲ سال تک ایک کے بعد ایک حکومتوں کی بے عملی کا جزو بنی رہا ہے اور جس کے نتیجے میں بالآخر دسمبر ۱۹۵۷ء بابر علی مسجد منہدم کر دی گئی۔ بہت کچھتے ہیں "حالات سازگار بنانے کی ہر ممکن کوشش جاری ہے اور اس میں کامیابی کی امید بھی نظر آتی ہے لیکن حالات اب بھی سیاسی کیفیت میں ہیں اور ان کے بارے میں اس وقت کچھ کہنا دشوار ہوگا۔"

اجودھیا کارڈ کا ہر بڑی سیاسی جماعت نے لیے عرصے تک استعمال کیا بھارتیہ جنتا پارٹی نے اپنے انتخابی منشور میں رام مندر کی تعمیر کا جنم استھان" پر وعدہ کیا اور کہا کہ وہ بابر علی مسجد کی عمارت کو پوری عقیدت کے ساتھ منتقل کرے گی اور کا پیٹھ کے شکر آچار سینے اعلان کیا کہ جب تک اس متبرک مقام کو جس پر مسلم حملہ آوروں نے مندر منہدم کر کے مسجد تعمیر کرالی ہے ہندوؤں کو واپس نہیں کیا جانا امن اور فرقہ وارانہ میل جمت ممکن نہیں ہے۔ ایل کے اڈوانے صدر بھارتیہ جنتا پارٹی اور ان کے ساتھیوں نے بھی اسی طرح کے بیانات دینا شروع کر کے ایک دوا کا کے سونٹا تھ مندر سے اجودھیا تک اپنی رتھ یا ترا سے قبل اڈوانی نے اعلان کیا تھا کہ ہندو قوم رام مندر کو اجودھیا، کرشن جنم بھومی متھرا اور کاشی کے وٹواتھ مندر کی قربانیاں نہیں دے سکتی، بیتارام گوپال نے اپنے ایک مضمون "خاموش شہادت کو بولنے دیجیے" میں ریاست اور ضلع داران ۱۸۶۴ مسلم عبادت گاہوں کا ذکر کیا ہے جو ہندوؤں (جس میں بودھ و جین بھی شامل ہیں) کی عبادت گاہوں پر یا ان کے ملیہ سے تعمیر کی گئی ہیں یہ سب کی سب اجودھیا جیسی اہمیت رکھتی ہیں۔

یہ ہے بلکہ ایک مسیرو پارلیمنٹ ہمارا جن سوامی ساکشی نے ہندوستان میں ۳۱ جنوری ۱۹۹۳ء میں شائع ایک انٹرویو میں کہا۔ ہم متھرا اور کاشی میں وہی کریں گے جو ہم نے اجودھیا میں کیا۔ ایک بانگی تھا جب اجودھیا معاملے میں مسلمان ہمارے نقطہ نظر سے متفق نہیں ہو پائے تو ہم نے اسے زبردستی لے لیا۔ اور ہمارا نعرہ ہے ہمیں تین عبادت گاہیں واپس کر دو ورنہ ہم تین ہزار مسلم عبادت گاہوں بشمول جامع مسجد برقمہ کر دیں گے۔ بے ویاشی کھتے ہیں۔

ملک اب ہمارا ہے بابر کا نہیں اور ایسی آزادی کا کیا مطلب جس میں بے انصافیوں کو انصاف میں نہ بدل سکیں۔ یہی تاریخ ہے کہ ہر اس غلط کام کو جو حکومت کی طاقت کے زور پر کیا گیا ہو درست کر دیا جائے اور یہی مقصد ہے ہمارے اس عزم کا کہ تاریخ دوبارہ لکھی جائے۔

اردن شوری جیسے ادیب اور اسکالر کا کہنا ہے کہ "یہ اچھا ہوگا کہ ہم کاشی کو بھول جائیں لیکن اسلامی شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی اور وہ ہر مسلمان سے تون اور مندروں کو توڑنے کی امید رکھتی ہے۔"

کانگریس (آئی) جو سب سے بڑی قومی سطح کی سیاسی جماعت ہے اس کا بی جے پی کی ان شہانہ جارحیت پر کیا رد عمل رہا ہے؟ کانگریس نے اپنے انتخابی منشور میں اجودھیا معاملے پر ایک گھٹک رویت اپنانے کا ذکر کیا ہے اور کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں اپنے ۱۹۵۹ء کے منشور میں کانگریس کہتی ہے "نازک مسائل کو قومی یکجہتی اور دوستی کے پس نظر میں کھلے مانع سے حل کیا جانا چاہئے۔ کانگریس قومی اتحاد اور میل جمت کی ہمیشہ حامی رہی ہے۔ یہ ایک ٹالنے والی بات ہے جس کو

ہر کوئی سمجھ سکتا ہے ۱۹۹۱ء کے انتخابی منشور میں کانگریس نے پھر ایک مبہم شوٹ چھوڑا کہ وہ رام مندر بنائے جانے کے حق میں ہے لیکن مسجد کو مسمار کیے بغیر۔ لیکن کانگریس نے اس کی تشریح کبھی نہیں کی کہ یہ کیسے ممکن ہو سکے گا کانگریس برابریا تو ہندو کارڈ مارچ ۱۹۵۷ء میں عدالتی حکم حاصل کر کے مسجد کا نالاکھوانے کا یا ۱۹۵۹ء میں "شلتانیا س" کی اجازت دیکر اس کا سنگ بنیاد رکھا اور مسلمانوں کو مسلم مطلقہ خواتین سے متعلق ایک ۱۹۵۶ء اور عبادت گاہوں کی حفاظت کا ایکٹ ۱۹۹۱ء کھلی رہی۔

اسے جی نورانی نے اردن نہرو کے حوالے سے لکھا ہے کہ "جب میں نے راجیو گاندھی سے پوچھا کہ متنازع عبادت گاہ کا تالا کھلنے کے دو دن بعد سے دور درشن براس میں پوجا اور آرتی کے مناظر کون دکھا رہا ہے تو انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا وہ صرف مسکرائے اور بولے یہ مسلم مطلقہ ایکٹ کا بدلہ ہے۔" اجودھیا مسئلہ ۱۹۵۷ء میں تو کانگریس کے لیے فائدہ مند ثابت ہوا لیکن ۱۹۵۷ء میں نہیں راجیو گاندھی نے اس بات کا اقرار کیا کہ ۱۹۵۶ء میں کانگریس کی شکست میں شلتانیا س "کا اہم بدل رہا ہے جسے پی کو کانگریس کی دغلی پالیسی کا فائدہ ملا۔

جہاں تک اہم قومی مسائل کا تعلق ہے اس میں ایک دوسرے کو نیپا دکھانے کا وہ ملک کے لئے خطہ یا ک ثابت ہو سکتا ہے تاریخ نے دوبارہ پٹا کھا یا جب ۱۹۵۷ء میں کانگریس (آئی) اور بی جے پی نے ایک دوسرے کو مات دینے کی کوشش کی اور اس کے نتیجے میں ملک کو نہایت خوفناک اور کربہ دور سے گذرنا پڑا لیکن اگر تاریخ کا رٹا نہیں چاہتے ہیں تو اجودھیا میں جو کچھ ہوا اس کا تجزیہ کیا جانا چاہئے۔ کس نے کون سے کارڈ کھیلا

اس کی یہ چال قومی مفاد میں تھی؟ جس طرح سے ہندوستان میں سیاست ہو رہی ہے اس سے اس بات کا یقین کرنا مشکل ہے کہ اجودھیا "آخری المناک حادثہ" تھا۔ نہ صرف یہ کہ اجودھیا کا معاملہ ایک نئے دور میں داخل ہو رہا ہے متھرا اور کاشی پر بھی نہیں بدل سکتا رہے ہیں بلکہ اور بہت سے مقامات پر بھی تاریخ کا "گود دست کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ دتو ہند و پریش کا دعویٰ ہے کہ اس نے ۱۶ فروری ۱۹۵۷ء کو کاشی میں گیلانی مسجد کی پشت پر بھٹی بھٹی کی رسم ادا کر کے کسی حد تک اسے آزاد کرایا ہے جو بنگلہ اور شریو سینا کے رہا کاروں نے اس میں حصہ لیا تھا۔ متھرا میں کرشن جنم بھومی میڈیا کیپٹل سے متعلق تقریباً سو میٹر کی دوری پر ۱۹۵۷ء کو بھومی پوجن کی رسم ادا کی جا چکی ہے جس کے بعد ۱۸ اگست کو دتو ہند و پریش نے ایک ہائیڈرو جی کیا۔ جہاں بھومی مندر جوہ گیا کی تحریک سچا زور پکڑ رہی ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ ان فرکات اور حالات کا منصفانہ تجزیہ کیا جائے جو بابر علی مسجد کے انہدام میں اس معاد ان ثابت ہوئے تاکہ اس سے مستقبل میں اس طرح کے المیہ سے بچا جاسکے ہندو اور مسلمانوں دونوں میں جڑھتی ہوئی جارحیت۔

تصور یہ ہے کہ ہمارے ممول سے عمل کو دنیا بغور دیکھتی ہے اگر مختلف مذاہب کی تنظیم ایک قوم کی دوسرے کے لیے برداشت کی قوت اور سیکولرزم کو زندہ رکھنا ہے تو ہم اجودھیا جیسے اور واقعات برداشت نہیں کر پائیں گے۔

مرکزی حکومت میں ان کی دسائل کی ترقی کے وزیر مار جن سنگھ کے دسمبر ۱۹۹۱ء میں وزارت سے استعفیٰ دینے کے بعد سے اجودھیا مسئلہ نے نئی صورت اختیار کر لی ہے۔ مار جن سنگھ نے الزام لگایا ہے کہ ان کے متواتر آکا ہی دیکھے جانے کے باوجود اور

وزیر اعظم کو مفید کرنے کے بعد مرکزی حکومت نے ممتاز عمارت کی حفاظت کا بندوبست نہیں کیا۔ کانگریس سے ان کے اخراج کے بعد ۱۲ فروری ۱۹۹۵ء کو راجن سنگھ نے وزیر اعظم تیز حکومت کے دو سکر ڈیپارٹمنٹوں کو اجودھیا مسئلہ پر لکھے گئے اپنے رازداری کے خطوط کی نقلیں اخبارات کو شائع کرنے کے لیے دیدیں اس میں ان کے اس خط کا بھی حوالہ ہے جو انھوں نے مجھ کو بحیثیت نفلہ سکرٹری کے ۲۲ نومبر ۱۹۹۲ء کو لکھا تھا اور جس کے ساتھ انھوں نے اجودھیا کے ایک پورٹریٹ کا کانگریس کی رپورٹ بھی منسلک کی تھی کہ کارسیوا پدمن نہیں ہوگی۔ انھوں نے ۴ دسمبر ۱۹۹۲ء کو نیلی فون پر ہوئی مجھ سے اپنی گفتگو کا بھی ذکر کیا ہے کہ انھوں نے مسجد کے انہدام کی پیشتر آگاہی مجھ کو دی تھی۔

راجن سنگھ کے انکشاف کے بعد اخبارات نے مجھ سے برابر پوچھے رہے کہ میں ان کے الزامات کی تصدیق یا تردید کروں لیکن میں اس کو اس لیے ڈالتا رہا کہ یہ سکرکار کا کام ہے کہ اس کی وضاحت کرے لیکن جب حکومت کی طرف سے کسی رد عمل کا اشارہ نہیں ملا تو بالآخر مجبور ہو کر میں نے اندین ایک پریس اجبار کے نمائندہ سے کہا کہ میری خاموشی کو بے عمل سے نہ محمول کیا جائے کہ راجن سنگھ کی فراہم کی گئی اطلاع پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ اخبارات میں راجن سنگھ کا نام پائلٹ جو مرکزی وزیر تھے کے بیانات بھی شائع ہوئے کہ انھوں نے ۴ دسمبر ۱۹۹۲ء کو ہی وزیر اعظم کو مطلع کر دیا تھا کہ ان کے پاس معتبر اہلکار ہے کہ ہر دسمبر کو متنازعہ عمارت منہدم کر دی جائے گی۔ پائلٹ نے یہ بھی الزام لگایا کہ اس وقت وزیر داخلہ چوان نے اعلان کیا تھا کہ حفاظتی دستے اجودھیا میں ہوگاں پر پوری نظر رکھے ہیں لیکن ان کا یہ دعویٰ غلط ثابت

تعمیر حیات
ابھی تھے فلسفہ کو عالمی
حالات سے باخبر رکھے کیسے
تعمیر حیات کے مطالعہ کے ترغیب
دیجئے

ہول سیل چشموں
کیفیتی غریب اور پینے کے پے

ناج آپٹیکل

ٹیلی فون 39/152 - کوڈنگی کے چوکے
ڈھری چلانی گلی (ڈرائیسی

TAJ OPTICALS
WHOLE SALE SPECTACLE
FANCY FRAMES & LENSE
PLEASE CONTACT
TAJ OPTICALS
D-37/152 KODAI - KI -
CHOWKI (MADHUR JAL PAN)
GALI) VARANASI
P.H. 352797 RES. 342127
342108

بقیمہ قرآن کریم میں عزتوں کا ترنم

کے بقا کی اور تحفظ کا در زمین خاری اور تنظیمی کوششیں اور محض اخبارات و رسائل اور محض کانفرنسیں یہ مفید ہوں۔ لیکن کافی نہیں ہیں۔
داخرد عوانانا ان الحمد لله رب العالمین۔

لے وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقَاتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرَاتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرَاتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرَاتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرَاتِ
الْحٰمِدُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ
اللّٰهُ كَثِیْرًا وَالذِّكْرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً
وَأَجْرًا عَظِیْمًا (احزاب - ۳۵)

ایک قاتر و تیسرہ

تذکرہ حضرت سید احمد شہید
مصنف مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

شمس الحق ندوی

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے پرو فیروز صبیحہ
صاحب صدیقی حال متحدہ مالیات ندوۃ العلماء کو کہ
انھوں نے قبل از وقت بی بی کاچ شاہجہا پور کھ
پر سبیل سے استفعا دے کر زندگی کے باقی دن نفع
اللہ کی مسجد کے زیر سایہ گزارنے کا فیصلہ کیا جب
مسجد کے زیر سایہ ڈیرہ ڈالا تو طبی بات تھی کہ زندگی
کی باقی سالیں ان حیات آفریں شخصیتوں کی
مجمولوں اور کارناموں میں گزاریں جنھوں نے اپنی
عمریں مسجدوں کو ان کی تمام خصوصیات کے ساتھ
آباد رکھنے کی جدوجہد میں گزار دیں جو مسجد نبوی
علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں باقی جاتی تھیں۔
چنانچہ پرو فیروز صاحب موصوف نے حضرت
مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ کی مکرمہ الہا
کتاب تاریخ دعوت و عزیمت پر تبصرہ کرنا شروع
کیا اس تبصرہ نے فارمین تعمیر حیات میں اس گماں قد
کتاب کے بڑھنے کا شوق پیدا کر دیا جو یہ بتاتی ہے
کہ زمانہ نے اور تاریخ نے خواہ کتنی ہی کرٹولی ہو
کیسے ہی طوفان اٹھے ہوں لیکن کوئی وقفہ ایسا نہیں
گذرنے پایا ہے۔ جس میں ایسا نادرہ روزگار شخصیتوں
ز موجود رہی ہوں جنھوں نے طوفانی جھکڑوں میں
بھی شمع اسلام کو فروزاں رکھنے کا کام انجام دیا ہو۔
پرو فیروز صاحب تبصرہ کرتے کرتے جب
مولانا سید محمد ثانی صاحب کی جانشینی کا اچھا ثبوت

دیا ہے، مولانا محمد ثانی صاحب تصور جہاں کا سربراہ
پیش کرنے کا دلکشی اسلوب رکھتے تھے، اور اس
میدان میں وہ اپنے خاں معظم کے نقش ثانی کی حیثیت
رکھتے تھے، جس کا ثبوت ان کی کتاب ریس اے بلدیہ
مولانا محمد یوسف صاحب کی تقریباً آٹھ سو صفحات
پر مشتمل سوانح اور حضرت مولانا حفیظ احمد صاحب
کے چوبیس سو سے زائد صفحات پر مشتمل تذکرہ سے ملتا
ہے۔ مولانا محمد ثانی صاحب ان صاحب دل لوگوں میں
تھے جن کے بارے میں مولانا محمد منظور صاحب ذات
پر کا تم لکھتے ہیں کہ:

”بیت اللہ شریف میں طوائف سے فارغ ہو کر
مسترح سے جیت کر کھڑا ہونا نصیب ہو گیا اب دعا
شروع کی لیکن دعائیں دل کے اضطراب اور الحاح
کی جو کیفیت ہوتی چلبٹے وہ اس وقت بالکل نصیب
نہیں تھی معلوم ہوتا تھا کہ دل مردہ ہو گیا ہے اپنی
اس بد نصیبی پر بڑا رنج و قلق تھا کہ مسترح پر یہ آفتی
دعا ہے اور یہ میری غمخوئی، یہی حال تھا کہ وہ ہیں مسترح
پر اللہ کے کسی بندے نے قریب آ کر دعا شروع
کی۔ اس کی دعا میں الحاح و تہال اور اضطراب کی
کیفیت تھی جب اس کی دعا کی آواز کان میں آئی
تو اس کی برکت سے گو یاد دل زندہ ہو گیا اور مجھے
مجھے دعا نصیب ہو گئی۔ میں دعا سے فارغ ہو گیا
لیکن اس بندے کی دعا جاری تھی میں نے جانتا
چاہا کہ یہ اللہ کا کون مبارک بندہ ہے؟ دیکھا تو ہمارے
مولانا محمد ثانی تھے سخت حیرت اس پر ہوئی کہ آواز
سے مجھے شبہ بھی نہیں ہوا کہ یہ مولانا محمد ثانی ہوں گے
اس وجہ کے وقت ان کی عمر صرف ۲۳ سال کے
قریب تھی اس وقت ان کا یہ حال تھا کہ

مولانا محمد ثانی صاحب کی نعمتیں نظریں مٹنا چاہتا
اس کا جیتا جاگتا ثبوت پیش کرتی، میں ان کا صرف یہ
ایک شغریہ کی ترجمانی کر رہا ہے
ندامت سے ہوں یا رب پانی پانی
فدا یا میں ترا بندہ ہوں تافضے

ابھی لاؤند ہی فاقے
میرزا یار ندی دکان بٹوے

مولانا محمد حمزہ صاحب "الاولیٰ سراج" کا جیتا جانتا ثبوت ہیں وہ اپنی سجدگی و سائنس و فاروقیت میں بالکل مولانا سید محمد ثانی صاحب کے نقش ثانی معلوم ہوتے ہیں ان کی نوعمری کی ایک اداسی نہیں بھولتی جو "ہونہار بردا کے چلنے پھلنے پات" کا آئینہ دکھاتی ہے مولانا محمد حمزہ دس بارہ سال کے سب سے بڑے اندہ میں اول ہجرت میں پڑھتے تھے درجہ کے ساتھیوں کے علاوہ خانان کے بھی کئی بچے ساتھ پڑھتے تھے، توسیع سے قبل دارالعلوم کی سید کا مزارہ صحن میں پڑھتا تھا گھنٹہ خالی تھا یا وقف تھا سب ساتھی مسجد کے صحن میں کھیل رہے تھے اور مولانا حمزہ صاحب اپنی کسی کے باوجود مزارہ کے پاس گوشہ میں بیٹھ کر کسی کتب کے مطالعہ میں مہلک تھے بچے ان کو بھیڑتے مگر ان پر کوئی اثر نہ پڑتا کہ ان کی یہ اداسی نہیں بھولتی اور اس نے بڑھ کر ان کو ایک باوقار و سنجیدہ شخصیت کا مالک بنا دیا ہے، مقدر کی بات ہے ان کی صحت ساتھ نہیں دیکھو در زمانہ کے قلم سے اب تک بہت سے تذکرے اور نقوش سامنے آچکے ہوتے یہ تذکرہ جس کا ذکر چل رہا ہے ان کے دل کی دھڑکنوں، دعوت اسلامی کے میدان میں ان کی ٹکر مندی دے گئی کا آئینہ ہے جو ان کا خاندانی ورثہ ہے، اسی جذبے ان سے سیرت سید احمد رضا جیسی دو جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب کی تکمیل کا کام آیا اور سواد و مصحفیات میں کتاب کا عطر کشید ہو کر نہایت لفظ زبان افزا صورت میں قاری کے ہاتھ میں آئی ہے جس کو پڑھ کر شہداء بالاکوت کے خون کی لالی قاری کی زبان کو بے اختیار اس طرح حرکت دے گا کہ انہوں نے چکان کفن میں ہزاروں بسناؤ ہیں پڑتی ہے آنکھیں شہیدوں پر مور کھٹے ہے کتابت مکتبہ اسلام ۱۳۴۳ھ میں لکھی گئی، ڈیڑھ لکھنؤ

اس میں جب اخلاص کی خوشبو نہ تھی

بہلے پانی کا ہے یہ زندگے
جب کبھی انجام سے غفلت ہوئی
خود نہائی، خود پرستی، خود سہری
مل نہ پائے گی وہ نفرت سے کبھی
کس طرح سے بات کا ہوتا اثر
دور ہوتا جا رہا ہے ہم سے وہ
غلطیوں پر جب بھی پھپھتا ہوا
بے حسئیے اعتنائی کے سوا
بس بدلنے پاک کو معلوم ہے
ہم جسے اپنا سمجھتے تھے غلیل
دوستی کے نام پر کی دشمنی

سمرقند و بخارا کی سرزمین میں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کے سفر کی حلومات افزا اور دلچسپ روداد، یہ وہ سرزمین ہے جس کے بکثرت مقالات اسلامی تاریخ کی اہم شخصیتوں اور اہم کارناموں سے تعلق رکھتے ہیں، جہاں مثال کے طور پر کتب صحاح حدیث کے مصنفین میں امام بخاری، امام ترمذی، اور امام نسائی اور فقہ کے علماء و مصنفین میں ہادیہ کے مصنف امام ربیعانی، اہول الشیخ کے مصنف امام شافعی اور بلال الصنائع کے مصنف امام کاسانی، تصوف کے عظیم شیوخ میں سلسلہ نقشبندیہ کے مؤسس خواجہ بہا الدین نقشبندی اور خواجہ عبید اللہ اترار، طب و جغرافیہ و فلسفہ و تاریخ کی شخصیتوں میں ابن سینا، فارابی، سمرقندی، خوارزمی اور البیرونی اور مختلف علم کے ماہرین کے وطن ہیں۔
یہ روداد سفر حضرت مولانا کے رفیق سفر مولانا محمد رفیع ندوی کے قلم سے ہے۔
صفحات ۸۸ مقدمہ
قیمت ۲۰ روپے ہے۔
کتاب تازہ تازہ طبع ہو کر آئی ہے۔ طلبہ کے لیے خصوصی رعایت۔
مکتبہ حسرت مکارم نگر لکھنؤ۔ مکتبہ ندویہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ ندوہ لکھنؤ۔

حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب

معاہرہ سنت روزہ الاعتقاد لاہور شہادہ
۵ جولائی ۱۳۲۵ء میں رافضیہ ناک خیر پور میں پیدا ہوئے
۲۸ جون کو درباری شب میں حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب
انتقال فرما گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔
موت تو وہ حقیقت ہے جس کا انکار یا اس میں
ادنیٰ شک و شبہ کسی بھی انسان کو جس کے پوشش
و حاسس بجائیں نہیں ہو سکتا، لیکن غفلت کا مارا
انسان ادھر دھیان کم دیتا ہے موت نیک و خوش احوال
و خوش کردار لوگوں کو بھی آتی اور بد باطن و بد احوال
عالم و جاہل لوگوں کو بھی۔ چھوٹے مصوم بچوں کو بھی
اور تندرست و قاننا جوانوں کو بھی، امیر کو بھی و غریب
کو بھی۔ بادشاہ کو بھی و زیرد حکام کو بھی، اور ان کے
مارے ستارے ہونے عوام کو بھی ہے۔
موت سے کس کو رستہ رہی ہے
آج تم کل ہمارے باری ہے
حکیم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی ایسی
خصوصیات و امتیازات سے نوازا تھا جو ایک خادم قوم
و ملت کے لئے ضروری ہوتی ہیں، حکیم صاحب نے
معاش کا ذریعہ اپنے فن طبابت کو بنا لیا تھا، فیصلہ کیا
میں اشرف لیبارٹری قائم کر کے اس کے ذریعہ غربت
خفق کے ساتھ ساتھ معاشی استحکام بھی پیدا کر لیا تھا،
چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس راہ سے ان کو بکثرت عطا
فرمادی تھی اس لئے قومی ملی کاموں میں پورے خلوص
و لگن کے ساتھ سہم گرم عمل رہتے تھے، حکیم صاحب کو
جدید دعوت و قوت عمل کے ساتھ ساتھ فکری استقلال
و توازن کی دولت بھی حاصل تھی، وہ ایک اہل حدیث
خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور عامل بالحدیث تھے،
لیکن غلو اور محض جماعتی عقیدت کی وجہ سے بحث

شمس الحق مندوی
و معاشرے کو نیک و کارند رکھتے تھے، اور ہمارے
علم و واقفیت کی حد تک اس سے بند ہو کر انہی
مسلمین کے لئے برابر گوشاں رہتے، ان کی زیر نگرانی
کئی ادارے چلتے تھے، "المیتر" رسالہ بھی نکلتا تھا جس
میں وہ تعمیر حیات کے مضامین خصوصاً حضرت مولانا
سید ابوالحسن علی ندوی کی تحریریں بھی شائع کرتے
تھے، وہ ملک و معاشرہ میں اسلام کی عملی اور عملیاتی
بھرتی تصویر دیکھنا چاہتے تھے اور اس کے لئے
اعتدال و توازن کے ساتھ کد و کاوش کرتے تھے،
عزیمت سے کام نہیں لیتے تھے کہ بس اپنی اور کئی
نفاذ شریعت کا کام عمل میں آجائے اسی لئے خلیفہ
شہید سے ان کے بچے رفاہی تھے اور وہ حتی القدر
مشورہ میں ان کے معاون بھی رہے، ضیاء الحق
حکیم صاحب کے بہت قدر دان تھے حکیم صاحب اپنی
ان ہوننا صفات کی وجہ سے غیر مختلف شخصیت کے مالک تھے۔
حکیم صاحب شروع میں جماعت اسلامی سے تعلق
رکھتے تھے لیکن بالخصوص جماعت لکھنؤ میں سہم لینے کے
فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے دیگر حضرات کے ساتھ
اس سے الگ ہو گئے تھے مگر مخالفت میں جماعت نہیں قائم کیا
حکیم صاحب نے اپنا سنجیدہ صحافت کے ذریعہ
قادبانیت کا مقابلہ کیا مضافاً میں درملے لکھے "میر"
کا قادیانیت نثر لکھا، ان کو غیر مسلم قرار دینے میں
اہم رول ادا کیا، وہ ان تمام تحریکوں اور نظریات
کے خلاف مضامین لکھتے جو اسلام و مسلمانوں کو نقصان
پہنچانے کے لئے وجود میں آئیں اور سرگرم عمل رکھتی
دی تھیں، خواہ وہ اہمیت دے جاتی ہو یا مغربی
نظریات و افکار۔ "المیر" کی قائلیں اس کی شاہد عدل ہیں

ان سادہ کاہن کو انہوں نے اپنے فن میں
کامل مہارت کے ساتھ انجام دیا۔ ان کی طرف مہضوں
کا بڑا رجوع تھا دور دراز علاقوں سے مہضیں ان کے
پاس آتے اور شفا پاب ہوتے تھے۔ ان کا ریسرچ ادارہ
اشرف لیبارٹری "کامیاب و شہرت یافتہ ادارہ ہے
انہوں نے اپنے فن کو بہت ترقی دی اور تمام آخر اس
کے لئے گوشاں رہے، بعض بھی رسلے بھی جاری کئے
وہ جہاں کہیں بھی جلتے جلتے جلتے ہوں کی تلاش و جستجو
جاری رہتی، فریڈے اور لائے اور نہ صرف لائے
بلکہ ان کا مطالعہ فرماتے اور ان سے پورا فائدہ اٹھاتے
ساری مشغولیوں کے ساتھ مطالعہ ان کی غذا بن گیا
تھا، بقول ان کے فرزند "ابا اشرف صاحب" ان
کا بیڈ روم "بیڈ روم کم اور لائبریری زیادہ ہوتا،
جہاں کتابوں اور اخبارات کی حکمرانی بڑی واضح
نظر آتی۔"
جو کچھ ان کے مقصد عمل میں فعلی ترقی کو بہت
اہمیت حاصل تھی۔ اس لئے انہوں نے اس کے لئے
سب سے پہلے "جامعہ تعلیمات اسلامیہ" قائم کیا جس کے
دو مقصد بہت واضح تھے، جو فکر ندوۃ العلماء کے
آئینہ وار معلوم ہوتے ہیں۔
ایک "جمع بین القدمین النافع والجدید اصحاب"
دوسرا "تدریس اللغة العربیة کلفہ حیة"
اس کے ساتھ ساتھ جامعہ کے تربیتی نظام کو بہتر بنانے
کی برابری فکر جدی رکھی اور اس کے لچھے نتائج سامنے
آئے۔ حکیم صاحب ایک نرالہ بار ملنے اور تیرہ لاکھ کا موقع
لا ان کی لیبارٹری دیکھی اور دولت کدہ پر کئی دن قیام
نہا، جس کے دوران ان کی وہ خصوصیات و صفات مشاہدہ
میں آئی جن کا اوپر ذکر ہوا، حکیم صاحب کا عادتہ استقلال یک
اہم عادتہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعد نہیں ان کے
جانیشوں کو انہیں خوش برادر نہیں خصوصاً صفات کے ساتھ
چلنے کی توفیق دے جو حکیم صاحب میں تھیں۔
ادارہ تعمیر حیات مروجہ کے معجزہ دان و پیمانہ دان کو
تعمیر حیات میں لکھتے

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س۔ آج کل یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جب کوئی غیر مسلم لیڈر مرتا ہے تو کبھی کبھار وہاں کچھ لوگ قرآن کریم پڑھتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

ج۔ غیر مسلم کے لئے ایصالِ ثواب کرنا درست نہیں ہے ان کے مرتے پر قرآن شریف پڑھنا انہیں زندہ کرنے کا عمل ہے، انبیاء کرام کو کفار کے حق میں دعا اور استغفار سے روکا گیا ہے جیسے کہ نوحؑ کو ان کے کافر بیٹے کے حق میں استغفار کرنے سے روکا گیا اور حضرت ابراہیمؑ کو ان کے والد کے حق میں اس پر کیا کسی غیر مسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جاسکتا ہے؟

ج۔ نہیں! غیر مسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے۔

س۔ ایسی ایسی ایچ ٹی ویس پر اللہ کا نام کندہ ہوا اس کو بہن کر بیت الخلاء میں جانا کیسا ہے؟

ج۔ ایسی ایچ ٹی ویس پر اللہ کا نام کندہ ہوا اس کو بہن کر بیت الخلاء میں جانا کیسا ہے؟

س۔ ایک قبرستان جو لبِ شکر ہے، کچھ ذمہ داروں کا خیال ہے کہ اس قبرستان کے اس حصہ میں جو شکر کی جانب ہے اس میں دوکانیں بنوادیں جائیں تاکہ سب کے لئے آمدنی کا ذریعہ ہو جائے کیا شرعاً ایسا کرنے کی گنجائش ہے؟

ج۔ نہیں! صورتِ مسلموں میں قبرستان میں دوکانیں نہیں بنوانی جاسکتی ہیں، شرعاً اس کا جواز نہیں ہے۔ میں گورنمنٹ ملازم ہوں مجھ کو کوئی مشورہ دے سکتے ہیں؟

س۔ ایک شخص اگر تنہا نماز شروع کرے اور پھر اس کے ساتھ دوسرے لوگ آکر شامل ہو جائیں تو یہ شخص امام ہو سکتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک رات میں ابنی خالد مینوٹ کے ہاں سوپاریا کرتے تھے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر نماز پڑھنے لگے تو میں بھی آپ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ (بخاری و مسلم)

س۔ ایک شخص اگر تنہا نماز شروع کرے اور پھر اس کے ساتھ دوسرے لوگ آکر شامل ہو جائیں تو یہ شخص امام ہو سکتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک رات میں ابنی خالد مینوٹ کے ہاں سوپاریا کرتے تھے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر نماز پڑھنے لگے تو میں بھی آپ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ (بخاری و مسلم)

س۔ ایک شخص اگر تنہا نماز شروع کرے اور پھر اس کے ساتھ دوسرے لوگ آکر شامل ہو جائیں تو یہ شخص امام ہو سکتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک رات میں ابنی خالد مینوٹ کے ہاں سوپاریا کرتے تھے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر نماز پڑھنے لگے تو میں بھی آپ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ (بخاری و مسلم)



بہنیت کے قانون تعمیر حیات سے

بہنیت کے قانون تعمیر حیات حضرت سے گزارش ہے کہ تعمیر حیات کے سلسلے میں رقم جمع کرنے یا خریدنے کے سلسلے میں ذیل کے تہذیبی رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔



ALAUDDIN TEA
Tea Merchants

44, Haji Building,
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay-400 003.
Tele. : Add Cupkatta Tel. : 3762220/3728708
Tel. (R) 3095852

۲۳ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجئے۔

مطالعہ مینیر

تعمیر حیات کے کتابوں کے دونوں کا آنا ضروری ہے!

ڈاکٹر ہارون رشید صلیحی

س۔ کس اعزاز سے نوازا؟

جواب:- ان کو سیدہ نساء، اہل الجنتہ کا اعزاز دیا گیا۔

سوال:- حضرت فاطمہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

جواب:- حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے۔

سوال:- حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی؟

جواب:- حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے۔

تذکرہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم، سوال و جواب کے آئینہ میں، از مولانا محمد حبیب اللہ صاحب قاسمی، ساٹھ، ۲۲، ۱۸، صفحات ۲۳۳، کتابت و طبع طاعت عہدہ، قیمت درج نہیں۔

مؤلف کتاب مولانا محمد حبیب اللہ صاحب قاسمی جامعہ کاشف العلوم، تحصیل پورا، سہارنپور میں استاد ہیں، سوال و جواب کے پیرا پیرا میں سیرت پر یہ پہلی کتاب ہے جو میری نظر سے گزری ہے۔ خوب قدرتی سے لکھی گئی۔

عادت و فطرت تک سارے ضروری بیانات کتاب میں آگئے ہیں، انداز مطہرات، کینز میں اور اولاد کرام کا ذکر مبارک بھی آگیا ہے۔

س۔ ایک تنقیدی جائزہ "از ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، ساٹھ، ۱۸، ۲۲، صفحات ۱۱۲، کتابت و طبع طاعت مناسب، قیمت R. 25/- ملنے کا پتہ، فردوس پبلیکیشنس ۱۶۵۱، حوض سونی والاں، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲۔

اس کتاب کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ کتاب خوب واضح ہے، زبان سلیس، شستہ اور سہل ہے، کوئی بھی بیان تشنہ نہیں ہے۔ تقریباً ہر بیان کا مختصر حوالہ موجود ہے، آج کل اسکولوں اور مدرسوں کے انعامی مقابلوں میں "اسلامی کونٹریز" کو بڑی اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔ اسلامی کونٹریز کے لئے یہ کتاب بڑی کارآمد ہے۔

سوال:- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی ہونے کا جواب:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چھ ماہ بعد رمضان ۱۱ھ۔

سوال:- حضرت فاطمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس اعزاز سے نوازا؟

جواب:- ان کو سیدہ نساء، اہل الجنتہ کا اعزاز دیا گیا۔

سوال:- حضرت فاطمہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

جواب:- حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے۔

سوال:- حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی؟

جواب:- حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے۔

کے چند سے میں نہیں رہا ہوتا ہے۔

مولانا محمد عنایت اللہ اسلمی نے اپنی کتاب "تعمیر حیات" میں حقیقت کو ظاہر کرنے کی کوشش میں خود ایسے جھپٹے کر خدا کا پناہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں ہی جاملے والی رجم کی سزا کو سب سے پہلے کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ بعض صحابہ و صحابیات کے بارے میں جو اظہار خیال کیلئے اس پر تو ان پر تو یہ لازم ہے وہ حضرت ماعز سلمی، حضرت غامدیہ اور حضرت شہرہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں لکھتے ہیں:-

یہ لوگ شرم و حیا سے بہت دور اور منہ سے بے راہ روی کا شکار تھے، یہ لوگ اسلامی اقدار سے یکسر عاری اور نفسانیت سے پوری طرح غلبہ تھے اور یہ لوگ اپنی عادات کی اصلاح کرنے اور نیکوئی سے باز آنے کے لئے کسی طرح تیار نہ تھے۔

العیاذ باللہ، یہ تیوں حضرت وہ ہیں جن کو امت ان کے خوفِ خدا کی مثالوں میں پیش کرتی آئی ہے، لیکن خدا کو راہنی کرنے کے بجائے استشرقیوں کو راہنی کرنے والے ان انفس قدسیہ پر کچھ اور اچھلنے سے ذرا بچا نہ ڈرے اور اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ والی حدیث کو نظر انداز کر دیا۔

شیطان کو تو قیامت چھوٹ ملی ہوئی ہے، اس کے چیلے بھی اس کے ساتھ ہیں، اور اگر ہی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ نور حق (اسلام) کو بچا دیں گے۔

یہ ستر تین بھی مات دن شیطان کی نیابت کرتے ہوئے اس کوشش میں رہتے ہیں کہ اسلام کے حقائق میں شک وارتباب پیدا کر کے مسلمانوں کو بھلائی ان کی ان مکارانہ کوششوں اور سازشوں کے جواب میں بڑی ہوشیاری اور احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ ان کی تو یہ کوشش ہی ہوتی ہے کہ جواب دینے والا کبھی کہ وہ جواب دے رہا ہے جبکہ وہ ان

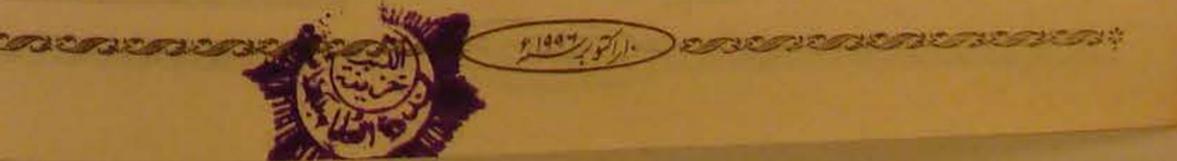
بقیہ درس حدیث

وہ اپنے ہاں ہونے کی ہوگی جو عورتوں کے فتنے سے اپنے دامن کو وہ خوار نہ ہونے دیں شہوت پرستی، عورتوں کے بھاننے، برہنہ پن کے حال میں بھٹنے سے محفوظ رہے اور ایسا آدمی جس کو منصب اور حسن و جمال رکھنے والی عورت نے بلایا ہو اور اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا ہو کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں...

عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ جَعْفَرٍ مَرْثِيَةٍ أَنَّهَا رَأَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي حُلِيِّهَا وَرَأَتْ فِي لَبَّاسِهَا مَا لَمْ يَرَ أَحَدٌ سِوَاهَا عِنْدَ حَيْثُ لَمْ يَكُنْ فِيهَا أَحَدٌ سِوَاهَا وَرَأَتْ فِي وَجْهِهَا مَا لَمْ يَرَ أَحَدٌ سِوَاهَا... (روایت سے یہ ہوا کہ وہ اپنے ہاں ہونے کی ہوگی جو عورتوں کے فتنے سے اپنے دامن کو وہ خوار نہ ہونے دیں شہوت پرستی، عورتوں کے بھاننے، برہنہ پن کے حال میں بھٹنے سے محفوظ رہے اور ایسا آدمی جس کو منصب اور حسن و جمال رکھنے والی عورت نے بلایا ہو اور اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا ہو کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں...)

اس فتنے سے بچنا ان دشوار ترین باتوں میں سے ہے۔ جس نے انبیاء کرام، مصلحین امت اور مریدوں کو اس سے بچاؤ کی تدبیروں میں مشغول رکھا ہے۔ ہم سب کو معلوم ہے کہ اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام مختلف آزمائشوں سے گذرے ہیں، لیکن ان میں سب سے زیادہ نمایاں اور خطرناک آزمائش عزیز مصحف کی بیوی زلیخا کا فتنہ تھا جو منصب اور حسن و جمال کی مالک تھی، قرآن کریم نے اس خطرناک فتنے کو اس طرح بیان کیا ہے۔

ذُووَدِّعَ الْجَنَّةِ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عِنْدَ نَفْسِهِ وَغُلَّتْ أَلْوَابُهَا فَأَلَّتْ هَيْثُ لَمَّكَ قَالَ مَفَادُ: تُبْرِكُ اِقْتِدَارُ رِجَالِ احْسَنْ مَثَوِي اِنَّهُ لَا يَفْلِحُ الظَّالِمُونَ وَلَا يَفْذَحُ هَتْمُ بَهْمِ وَهَتْمْ بَهْمَا لَوْ اَنَّ رَأْيَ بَرَّهَانٍ رَجِبَهُ كَذَا اِلَّا لِيَنْصَرِفَ عَنْهُ الشُّعْرُ وَالْفُشْعَانُ اِنَّهُ يَنْ عِنَادَنَا الْمُفْطِنِينَ (یوسف ۲۳، ۲۴)



سنا ہوا جو خوشبو لگا کر مسجد جاد ہی تھی حضرت ابوہریرہ نے اس سے کہا: اے جبار کی باندی تم کہاں کا ارادہ رکھتی ہو؟ اس نے جواب دیا مسجد کا، حضرت ابوہریرہ نے پوچھا تم نے مسجد جانے کے لئے خوشبو لگائی ہے، اس نے کہا ہاں! حضرت ابوہریرہ نے اس سے کہا ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جو عورت خوشبو لگا کر مسجد جائے گی اس کی کوئی نماز اس وقت تک قبول نہ ہوگی جب تک نہ ہو خوشبو دھو نہ لے۔

اس کا قصہ کیا اور اگر پروردگار کی نشانی نہ دیکھتے تو جو ہوتا ہوتا، یوں اس لئے دیکھا گیا کہ ہم ان سے برائی اور بے حیائی کو روک دیں۔ بے شک وہ ہمارے خاص بندوں میں سے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیش و تمسک کا ماحول و معاشرہ مرد عورت کے باہم اختلاط و فتنہ سامانیوں کا معاشرہ ہے جو مسلمان کی زندگی کے لیے نہایت خطرناک معاشرہ ہے اس طرح کے معاشرہ اور ماحول میں باہمویم یہ فتنہ چھیلتا ہے (جس کو موجودہ ماحول میں کھینچا کھینچا دیتا ہے) حضرت یوسف علیہ السلام اس ماحول میں ایک غلام کی حیثیت سے تھے، اور اس ماحول اور عمر کے اس دور میں ہر طرف پائی جاتی تھی جو فتنہ کا دور ہوتا ہے یہ بڑی دشمن اور یوں آزمائش تھی جس سے حضرت یوسف کو گذرنا پڑا لیکن انہوں نے اس آزمائش کی کھڑکی میں پوری مردانگی سے اس کا مقابلہ کیا اور اس سے کامیابی کے ساتھ نکل آئے، ماحول کا اثر اور اس کی دلفریبیاں اس کے گزرنے والے ان کی عمر اور عورت کی عمر کے ساتھ وہ ایک شاندار عمل میں رہتے تھے۔ یہ کوئی معمولی امتحان نہ تھا بلکہ تو جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے اس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور دروازے بند کر کے کہنے لگی (یوسف، جلد ۱، آٹھ)



مختصر

عمر محمد بن عثمان

میدان نشر ندوی

● خادم حسین شریفین شاہ فہد بن عبد العزیز نے حال ہی میں اپنے ایک اخباری اعلان میں اس یقین کا اعادہ کیا ہے کہ سوری عرب اللہ کے فضل و کرم سے امن و سلامتی کا گہوارا رہے گا اور ملک میں انتشار اور بے یقینی کے جو لوگ ذمہ دار ہیں انہیں شریعت کے مطابق سزا دی جائے گی انہوں نے اس عزم کا بھی اظہار کیا کہ سلطنت کی سلامتی اور استحکام کو برقرار رکھا جائے گا۔ اور عوام سے بھی اپیل کی کہ وہ حکومت کے ساتھ تعاون کا معاملہ کریں۔ خادم حسین شریفین نے کہا کہ سلطنت کا ٹرا اہم مقصد اسلامی اقدار کا تحفظ کرنا ہے اور شریعت کے مطابق نظم و نسق چلانا میرا اولین فریضہ ہے۔

● سری لنکا کی حکومت نے اپنے ایک سرکاری اعلان میں کہا ہے کہ موجودہ ملکی حالات کو دیکھتے ہوئے اب ضروری ہو گیا ہے کہ ملک کے افواج میں مسلمانوں کی بھی نمائندگی دی جائے اس سے ملک میں نسلی اور مذہبی رجحان میں کمی آئے گی۔ اور افواج میں توازن بھی قائم کیا جاسکے گا۔

● مصر نے سراٹھوسیت بوسنیا کے مختلف شہروں میں مسجدوں کی تعمیر نو کے لیے ڈس ہزار ڈالر کی امداد دی ہے واضح رہے کہ

ان مسجدوں کو بوسنیا، ہرزیگووینا کی فوجی میں نقصان پہنچا تھا اس امداد کو مصر کے وزارت اور قافلہ کی توثیق حاصل ہے۔

● سنگاپور میں مسلمانوں کے مذہبی رہنما شیخ عبد الرحیم عبدالناہر نے رابطہ عالم اسلامی کو ایک اشرافیہ میں بتایا کہ سنگاپور جہاں مسلمان اقلیت میں ہونے کے باوجود اپنا اجتماعی دینی نظام چلا رہے ہیں۔ جہاڑوں کا یہ ملک اس لیے بھی خصوصی نوعیت کا حامل ہے کہ یورپی دنیا میں جہاں پٹروں صفائی ٹیکسٹائل ہیں ان میں سنگاپور تیسرا نمبر رکھتا ہے اس کی کل آبادی ڈھائی لاکھ ہے جس میں مسلمانوں کی تعداد ۱۶ فیصد ہے، مسلمان اقلیت میں ہیں مگر اسلامی شعائر کے نہایت پابند و راسخ ہیں اور دینی مراکز کی تعمیر و ترقی میں بہت آگے پہا اسلام کو داخل ہوئے سات سو سال ہوئے اور اب بھی تقریباً ہر سال ہزاروں سیاح، ہند اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے شرفیاء یہ اسلام ہورہے ہیں۔ مسلمانوں کی تعلیم سرگرمیوں سے کیا جاتی ہے تاکہ ایسے وہ تمام مدارس و مراکز جہاں اسلامی علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی ہے وہ مسلمانوں کے پرکوش ادارے ہیں، حکومت کا ان سے کسی طرح کا تعلق نہیں مجلس اسلامی جس کی نمائندگی وہاں کی

تقریرات مختصر - تقریرات مختصر - تقریرات مختصر - تقریرات مختصر - تقریرات مختصر

دل آرام تیل - تقریرات مختصر - تقریرات مختصر - تقریرات مختصر - تقریرات مختصر - تقریرات مختصر